جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کا دینی علمی ادبی اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ

صدائے حق

گنگوہ

اگست ۲۰۱۸ء

لبیک اللھم لبیک

Muslim's Pilgrimage to Mecca

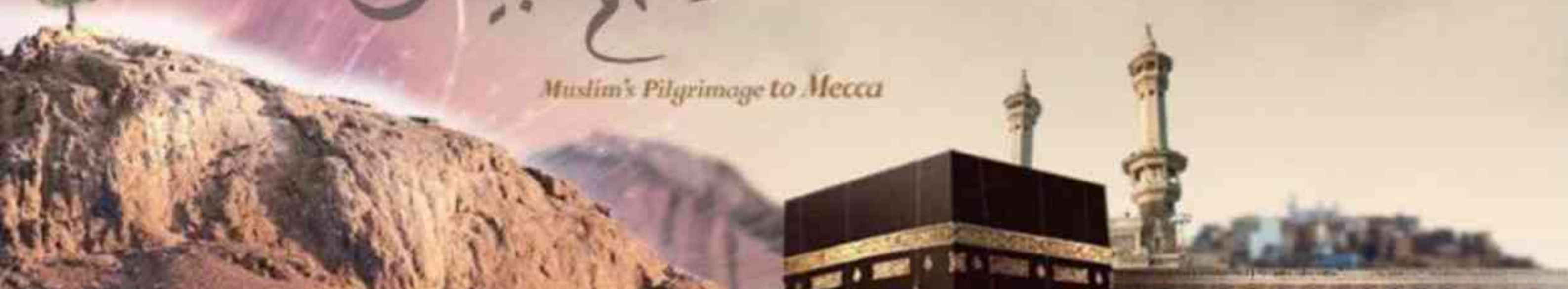

جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ضلع سہارنپور (یو، پی) انڈیا

بیادگار: شریف الامت حضرت مولانا الحاج قاری شریف احمد صاحب بانی جامعہ ہذا

شوال، ذوالقعدہ ۱۴۳۹ھ
مطابق
جولائی، اگست ۲۰۱۸ء

شمارہ: ۷-۸
جلد: ۲

ماہنامہ صدائے حق گنگوہ

مجلس سرپرستان

شیخ طریقت حضرت مولانا شاہ محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم
حضرت مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی مدظلہ مہتمم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مدیر مسئول

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی مدظلہم شیخ الحدیث وناظم جامعہ ہذا

معاون مدیر
عبدالواجد الندوی
9412508475

مدیر انتظامی
مولانا قاری عبیدالرحمٰن صاحب قاسمی

مدیر تحریر
محمد ساجد کھجناوری
09761645908

مجلس مشاورت

حضرت مولانا وسیم احمد صاحب مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ ہذا
حضرت مولانا محمد سلمان صاحب مدظلہ استاذ حدیث جامعہ ہذا

زر تعاون

فی شمارہ	۳۰/روپے
سالانہ	۳۰۰/روپے
بیرون ملک	۱۵/امریکی ڈالر
سارک ممالک	۱۴۰۰/روپے
لائف ممبر	۵۰۰۰/روپے

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

ماہنامہ صدائے حق جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ضلع سہارنپور (یو۔پی) انڈیا
MAHNAMA SADA-E-HAQ GANGOH
JAMIA ASHRAFUL ULOOM RASHEEDI, GANGOH
Distt. Saharanpur (U.P.) India, Pin 247341
E-mail : sajidkhujnawari@gmail.com, sadaehaque313@gmail.com

آئینۂ مضامین

کالم	عناوین	مضمون نگار	صفحہ
حرفِ اولیں	ارے حاجیو! تم حرم جارہے ہو	محمد ساجد کھجناوری	۳
صدائے قرآن	حضرت ابراہیمؑ کی توحید سے لبریز مبارک زندگی	مولانا عبدالواجد ندوی	۶
صدائے حدیث	حج: دینِ اسلام کا نہایت اہم رکن	مرغوب الحق گنگوہی	۱۰
افادات	باب ماجاء من الرخصة فی ذلک	حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی	۱۳
بحث ونظر	اسلام میں طلاق کا قانون...........	مولانا شمشاد احمد مظاہری	۱۹
تذکیر	تزکیۂ نفس	حضرت شیخ محمد آصف حسین فاروقی	۲۲
	موت ہمیں محاسبۂ نفس کی دعوت دیتی ہے	حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی	۲۸
منتخبات	مسائل وفتاویٰ	ادارہ	۳۳
درسی تقریر	حضرت امام طحاویؒ احناف کے وکیل	مولانا مفتی محمد احسان رشیدی	۳۷
بزمِ رفتگاں	حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ کاپودرویؒ	محمد ساجد کھجناوری	۳۹
تعارف وتبصرہ	ندائے صالحات کا خاص نمبر	مولانا بلال اشرف رشیدی	۴۲
اخبارِ جامعہ	جامعہ اشرف العلوم رشیدی کی ڈائری	ابوفیصل کھجناوری	۴۴
جہانِ کتب	تصنیفات وتالیفات	حضرت ناظم صاحب دامت برکاتہم	۴۸

پرنٹر وپبلیشر مدیر (مولانا) خالد سیف اللہ (صاحب) نے ایم، ایس، سبھاش پریس 4/2731 چوک نواب گنج نزد کمپنی گارڈن سہارنپور سے طبع کرا کر دفتر "صدائے حق" جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ سے شائع کیا۔ (کمپیوٹر کمپوزنگ) محمد دلشاد رشیدی موبائل: 9358199948

اداریہ

ارے حاجیو! تم حرم جارہے ہو

محمد ساجد کھجناوری

حج اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے اہم ترین رکن ہے جو بصورتِ عبادت عشق ووارفتگی اور فنائیت وعبدیت کا یہ ایسا خوب صورت اظہار ہے جسے زبان وبیان کے پیمانوں سے نہیں ناپا جاسکتا، جان ومال اور صحت وامن کی دولت سے مالا مال مؤمن بندہ جب اس اہم فریضہ کی ادائیگی کیلئے حرمین شریفین کیلئے پابہ رکاب ہوتا ہے تو اس کا قلب وقالب حتیٰ کہ احساسات وجذبات بھی خوف ورجا کی تصویر بن جاتے ہیں، کیونکہ جہاں قدم قدم پر ملنے والے روحانی انعاماتِ خداوندی کا مژدہ ہے وہیں تھوڑی سی غفلت کے نتیجہ میں ہونے والے ناقابلِ تلافی نقصان سے بھی زائرِ حرم کو خبردار کیا گیا ہے، اس لئے کہ حرمین شریفین اللہ کی تجلیات اور اس کے انوار وبرکات کا مرکز ہے، جہاں رحمتِ خداوندی ہمہ وقت جوش میں رہتی ہے، پس کمالِ ادب سے ساتھ توشۂ آخرت سمیٹنے والا اگر طالبِ صادق ہے تو یقیناً اس کا دامنِ مراد بھر کر ہی رہے گا اور وہ ان نصیبہ وروں کی فہرست میں ضرور شامل ہوگا جنہیں زبانِ نبوت نے پروانۂ بخشش ملنے کی ضمانت دینے کے ساتھ امت کے دیگر افراد کیلئے بھی سفارشی بنانے کا عندیہ دیا ہے، چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک حاجی کو اپنے خاندان کے چار سو افراد کیلئے شفاعت کا اختیار دیا جائے گا جبکہ حدیث کے بعض الفاظ سے چار سو گھرانوں کی شفاعت کے تفویض کئے جانے کا تذکرہ ہے، اسی طرح حضرت امام بخاریؒ نے روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اس طرح حج کرتا ہے کہ حج کے دوران اس نے اپنے آپ کو لڑائی جھگڑے، فسق وفجور، بدکلامی اور بدمزاجی سے دور رکھا ہو تو حج کرکے گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہوکر لوٹے گا جیسا کہ نومولود بچہ ماں کے پیٹ سے پیدائش کے وقت ہر گناہ سے پاک رہتا ہے، اسی طرح امام حاکم شہید نے مستدرک حاکم میں سندِ صحیح کے ساتھ ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ جو شخص مکہ مکرمہ سے عرفات تک پیدل چل کر حج کرے گا اس کو ہر قدم پر سات سو نیکیاں ملتی ہیں اور حرم مقدس کی ہر نیکی کے بدلہ میں ایک لاکھ نیکیاں ملتی ہیں۔

الحج اشھر معلومات کہ وہ (یعنی حج کے معین مہینے) شوال، ذوالقعدہ اور ذوالحج کے دس

روز) ہیں، یقیناً بخشش ورحمت کے یہ وہ سنہرے لمحات ہیں کہ جب دنیا کے دور دراز خطوں اور ملکوں سے نصیبہ وروں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر سالانہ اجتماع (حج) میں شریک ہوتا ہے، پس کتنے نصیبہ ور ہیں وہ لوگ جو دیارحرم کی حاضری کیلئے پابہ رکاب ہو چکے ہیں جہاں حرمین شریفین کے درودیوار کی روحانی قوت ان کے دل ودماغ کو نہ صرف اپیل کرتی ہے بلکہ کعبۃ اللہ کی زیارت وعقیدت سے زائرین حرم کے ویران گلشن میں بادنسیم کے مست جھونکے صاف محسوس ہوتے ہیں، دربار خداوندی میں اس کے عاشقوں کا یہ حسین اجتماع حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادوں اور باتوں کی بھی بزبان حال دلیل فراہم کرتا ہے جس کا حق جل مجدہ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا۔

اللہ رب العزت نے اپنے اس اولوالعزم پیغمبر کو حکم دیا تھا ''اور انسانوں کو حج کیلئے پکارو، وہ تمہارے پاس دور دراز کے علاقوں سے آئیں گے، پیدل اور سوار''۔ ایک دوسرے موقع پر یہ مفہوم اس طرح ادا ہوا ''اور اس گھر کا طواف کریں''۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ خدامستوں کا یہ خوشنما قافلہ خانۂ خدا پر کس طرح دیوانہ وار جمع ہوا ہے، اللہ کے یہ عاشق اور رسول خدا کے یہ امتی دنیا کی ہرلذت سے بے پرواہ ہوکر کیسے اپنے رب کے احکامات بجالاتے ہیں، زبان پر''**لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمة لک والملک لاشریک لک**'' کی صدائیں کس طرح کانوں میں رس گھولتی ہیں۔ اللہ اکبر! حاجی کی ہرادا کس طرح دل موہ لیتی ہے، اس کے ہر عمل سے عبدیت وفنائیت کا اظہار ہوتا ہے، بدن پر نہ مروجہ شلوار قمیص اور نہ شیروانی وقبائے زریں بلکہ بے سلی صرف دو چادریں جنہیں لپیٹ سمیٹ کر وہ شاہی دربار میں حاضر ہوا ہے، جہاں وہ اپنے رب سے راز ونیاز کی باتیں کرتا ہے، زبان ذکر ومناجات سے بدستور آشنا ہے، جس سے ہمہ دم فکر آخرت کا استحضار بھی بڑھتا ہی جاتا ہے، اسے چین نہیں ہوتا بلکہ رضاء وخوشنودی الٰہی کا حصول اس کے پیش نظر ہوتا ہے۔ اسی لئے ایک مقام سے دوسرے مقام تک رسائی اس کا محبوب عمل ہوتا ہے۔ چنانچہ کبھی بیت اللہ کا طواف، کبھی عرفات کے میدان میں وقوف، کبھی دعاء وتضرع، کبھی منیٰ ومزدلفہ کا سفر، کبھی صفا ومروہ کے درمیان سعی، کبھی حجر اسود کا استلام، کبھی غلاف کعبہ کا تمسک کرکے آہ وبکا، کبھی مقامات مقدسہ کی زیارت، کبھی رمی جمرات، کبھی نحر وحلق تو کبھی روضۂ اطہر پر حاضری، الغرض یہ سب وہ

ادائیں ہیں جوایک حاجی کوبصورت عبادت انجام دینا ہوتی ہیں اور جس سے اللہ کی نگاہ میں وہ مقبول ومحترم بن کردینی زندگی گذارتا ہے،اسی لئے حدیث میں بھی اسے بشارت دی گئی ہے ارشادنبویؐ ہے''من حج هذاالبيت فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته امه ''یعنی جوشخص اس طرح حج کرے کہ اس میں کوئی گناہ اور بے حیائی نہ کرے تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک وصاف ہوکر لوٹتا ہے جیسے آج ہی اس کی ماں نے جنا ہو۔ایک دوسری روایت میں ہے:حضرت ابوذرغفاریؓ راوی ہیں کہ جب حاجی اپنے گھر سے نکلے اور اس پر تین دن گذر جائیں تو وہ نومولود بچہ کی طرح گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے۔اس کے بعد سفرحج میں جو بقیہ ایام گذریں گے ان میں درجات بلند ہوجائیں گے۔

مگر حرماں نصیبی ہے اس حاجی کیلئے جواپنے کردار وعمل کی بدولت بھی حج کے فوائد وثمرات سے بھی حظ وافر حاصل نہ کرسکے،تربیت وتاثیر کے اس سالانہ اجتماع سے مابقیہ حیات مستعار کیلئے کچھ رہنما خطوط بھی دستیاب نہ کرسکے،جبکہ اس کے ایمان ومعرفت کی اسپرٹ کو بڑھانے اور اس میں اخلاص وعمل صالح کی بنیادوں کوزیادہ مضبوط ومستحکم کرنے کیلئے آیات وروایات کے ذریعہ بے شمار خوش خبریاں دی گئی ہیں۔چنانچہ کہا گیا''والحج المبرور ليس له جزاء الاالجنة''۔

لہذا ان واضح فرمودات نبویﷺ کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمیں حج جیسے عظیم الشان فریضہ کی ادائیگی سے عہدہ برآہونے میں کسی تخلف کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔اسباب وسائل مطلوبہ تعداد میں میسر ہوں تو پھر تاخیر کی وجہ کیا؟ اسلئے ظاہری اسباب کے فراہم ہوتے ہی قبولیت کیلئے مستجاب دعاؤں کا بھی اہتمام کیا جائے، ویسے بھی دیارحرم کی حاضری کا پکا سچا اشتیاق ایک ایمان والے کے دل میں ہرآن ہونا چاہئے۔فاقہ مستوں میں بھی اگرلگن تڑپ جذبہ اور جوشِ عقیدت ہوتو اللہ پاک اپنے خزانہ غیب سے ایسے اسباب مہیا فرماتے ہیں کہ بسا اوقات مالداروں کوبھی ان پر استعجاب ہوتا ہے۔جبکہ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ علیم وخبیر کے یہاں جذبات کی قدر ہے اور وہی اپنے مخلص بندوں کوکارخیر کیلئے موفق فرماتے ہیں۔

توآیئے ہم سب مل کر دُعا گوہوتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی حج مقبول کی سرمدی سعادت سے سرفراز فرمائے۔

صدائے قرآن

حضرت ابراہیمؑ کی توحید سے لبریز مبارک زندگی
''کتاب وسنت کے تناظر میں''

عبدالواجد رشیدی ندوی
خادم تدریس ورفیق ماہنامہ صدائے حق جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

خلیلِ رب کائنات، ابتلاء وآزمائشوں میں اعلیٰ نمبرات سے کامیابی وکامرانی حاصل کرنے والے جلیل القدر، فخیم المرتبت، عظیم المنزلت اور اَوَّلُ مَنْ یُلْبَسُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِبْرَاھِیْمُ جیسے مژدۂ جاں فزاں کے مستحق اول ''وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا'' جیسی بلند وبالا بشارتوں کے مصداق، فردِ فرید پوری اُمت کے برابر، سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی شخصیت سے کون واقف نہیں جنکی بابت حضرات شعراء کرام اپنے اقلام کو حرکت دیتے ہوئے کہتے ہیں:

آج بھی ہو جو ابراہیم سا ایماں پیدا　　آگ کرسکتی ہے انداز گلستاں پیدا
بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق　　عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

ملتِ ابراہیمیؑ پر ایمان رکھنے والا ہر شخص حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی شخصیتِ عظمیٰ کو خوب اچھی طرح جانتا ہے، آپؑ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں، اس بات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ربِ العزت والجلال خود آپ کی تعریف وستائش فرما رہے ہیں: گویا بندہ کا انٹروڈکشن وتعارف آقاء کی زبانی ہورہا ہے، اس سے بڑھکر کوئی تعارف نہیں ہوسکتا: فرمایا: اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ کَانَ اُمَّۃً قَانِتًا لِّلّٰہِ حَنِیْفًا وَّلَمْ یَکُ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۔ شَاکِرًا لِّاَنْعُمِہٖ اجْتَبٰہُ وَھَدٰہُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۔ یقیناً ابراہیم تم تمام کے پیش رو اور اللہ کے مطیع وفرمانبردار تھے، سب سے ہٹکر اسی کے ہورہے تھے، کسی کو اسکا شریک وسہیم نہ ٹھہراتے تھے اور اللہ پاک کے احسانات کا شکریہ ادا کرتے تھے، اللہ پاک نے انکا انتخاب کیا تھا اور انکو صراطِ مستقیم کی راہ سجھائی تھی۔

سیدنا حضرت ابراہیمؑ کی ذاتِ گرامی کچھ ایسی تھی کہ ہمیشہ امتحانات اور آزمائشوں سے لبریز رہی ہے آپؑ کی حیات طیبہ کا کوئی بھی لمحہ اور وقت ایسا نہیں گذرا ہے جو تکالیفِ شاقہ، مصائبِ شدیدہ سے الگ رہا ہو، ہمیشہ مصائب وآلام سے دوچار رہے جسمیں سے ایک امتحان آتش نمرود ہے یہ اسوقت کا واقعہ ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نمرود کے دربار میں پیش ہوئے تو آپؑ پر ذرہ برابر بھی گھبراہٹ نہیں تھی وہاں سب سے پہلے وہی سوال ہوا جس کا جواب نفیاً یا اثباتاً دینے کے بجائے آپؑ نے: بَلْ فَعَلَہٗ کَبِیْرُھُمْ. کہہ کر اس کی رگِ تعقل کو چھیڑا، اس پر کہا گیا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا ھٰٓؤُلَآءِ یَنْطِقُوْنَ ۔ یہ تو تم اچھی طرح جانتے ہو کہ یہ بول نہیں سکتے ان سے کیا پوچھا جائے اور یہ کیا بتائیں گے، اس نادانستہ طور پر بیچارگی کا اعتراف کرالینے کے بعد کچھ دیر آپ

خاموش رہے کہ شاید یہ خود ہی سمجھ لے، مگر نمرودِ مردود نے پھر وہی کہا کہ سچ سچ بتاؤ یہ حرکت تم سے سرزد ہوئی ہے یا نہیں؟ اب بھی نہ اقرار ہے اور نہ انکار فرماتے ہیں اور قوتِ متخیلہ پر ضرب لگاتے ہیں، چنانچہ ان لوگوں پر افسوس کرتے ہوئے فرمایا اور مزید انکو لاجواب کرنے کے لئے فرمانے لگے: اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَالَا یَنْفَعُکُمْ شَیْئًا وَّلَا یَضُرُّکُمْ ۝ اُفٍّ لَّکُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ اگر یہی بات ہے کہ تمہارے یہ بت قوتِ نطق سے یکسر عاری ہیں تو پھر معبودِ حقیقی کو چھوڑ کر تم انہیں پوجتے کیوں ہو؟ اور کیوں ان چیزوں کی پرستش کرتے ہو جو نہ تمہیں نفع پہنچا سکتی ہیں اور نہ نقصان پہنچانے کی قدرت رکھتی ہیں؟ تم خود کو صاحبِ عقل و ذی شعور سمجھتے ہوئے بھی بے عقلوں کو خدا بنا بیٹھے ہو!!!۔

علامہ نسفیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے: فَاِنَّ مَنْ لَّا یَدْفَعُ عَنْ نَفْسِہٖ الْفَأْسَ کَیْفَ یَدْفَعُ عَنْ عَابِدِیْہِ الْبَأْسَ (تحقیق جو ذات اپنے سر سے کلہاڑی کو دفع نہ کر سکے وہ اپنے پرستاروں کی بلا اور مصیبت کو کیسے دفع کر سکتی ہے؟) غرض یہ کہ حضرت ابراہیمؑ کا یہ جواب لاجواب سن کر سب خاموش ہو گئے اور اس نوعیتِ جواب اور اندازِ تخاطب نے نمرودِ مردود کا سارا غصہ ٹھنڈا کر دیا اور وہ فوراً حاکمانہ پوزیشن کے ساتھ مناظرانہ حیثیت میں آ گیا اور سزا و جزا کی طرف سے ہٹ کر اس کا خیال اللہ اور اس کی ذات و صفات کے متعلق سوال کرنے کی طرف منتقل ہو گیا اور ہو کیا گیا؟ گویا آپ نے اسے اس پر مجبور کر دیا، اس نے پوچھا مَنْ رَبُّکَ؟ بتا پھر تیرا رب کون ہے؟ آپؑ نے فرمایا: رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیِ وَیُمِیْتُ وہ ہے جو زندگی بخشتا ہے اور موت طاری کرتا ہے، جلاتا اور مارتا ہے، نمرود بولا یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں اور اپنے انداز میں اس نے اس کا گونہ ثبوت بھی دیا، آپ طویل بحث میں الجھنا نہ چاہتے تھے، یہ دیکھ کر کہ یہ ابھی تک تہہ کو نہیں پہنچا اور اسباب و علل کی بحث میں الجھ گیا تو آپؑ نے عجلت سے ایک دوسری بات کہہ کر اس سفیہ و احمق شہنشاہ کا ناطقہ بند کر دیا اور فرمایا فَاِنَّ اللّٰہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِھَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُھِتَ الَّذِیْ کَفَرَ میرا اللہ آفتاب کو مشرق سے طلوع کرتا ہے تجھے اگر کچھ قدرت ہے تو تو اسے مغرب سے طلوع کر کے دکھا دے، یہ سنتے ہی نمرود ششدر رہ گیا اور دم بخود ہو گیا، کہنے کو یہ چھوٹے چھوٹے اور بظاہر معمولی فقرے تھے مگر ان میں ایک دنیائے معانی پوشیدہ تھی کوئی آپ کے سامنے رائے گفتگو نہ رکھتا تھا، اس طرح بحث و گفتگو میں زیر ہو کر اور درباریوں کے مشورہ سے آپؑ کو شاہی کی تحقیر کے الزام میں آگ میں جلائے جانے کا حکم دیا گیا۔

صاحبِ معالم التنزیل علامہ بغویؒ نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ کی قوم نے انہیں آگ میں جلانے کا فیصلہ کر لیا (آپ کو حاضر کیا گیا، چنانچہ آپؑ بیخوفانہ سامنے جا کھڑے ہوئے نمرود بولا دیکھ اب بھی اپنے عقائد سے باز آ جا، ورنہ آگ کا یہ قہارِ سمندر آن کی آن میں تجھے بھسم کر کے رکھ دے گا جلا کر راکھ بنا دیگا اور پھر دیکھوں گا کہ تیرا رب تجھے اس سے کیونکر بچا سکے گا، فرمایا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ موت کا خوف مجھے ایمان کی دولت سے محروم کر دے، رہا رب کے بچانے کا سوال

اس کے متعلق میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا) تو حضرت ابراہیمؑ کو ایک گھر میں بند کر دیا اور آگ جلانے کے لئے ایک احاطہ بنایا پھر اس میں ایک مدت تک طرح طرح کی لکڑیاں ڈالتے رہے اور حضرت ابراہیمؑ کی دشمنی میں کچھ ایسی صورت حال بن گئی کہ جو شخص مریض ہو جاتا تو یہ نظر مان لیتا تھا کہ میں اچھا ہو جاؤں گا تو ابراہیمؑ کو جلانے کے لئے لکڑیاں ڈالوں گا، عورتیں اپنی محبوب چیزوں کے حصول کے لئے اس طرح نذر مانا کرتی تھیں کہ میرا فلاں کام ہو گیا تو آتش ابراہیمؑ میں لکڑیاں ڈالوں گی لوگ لکڑیاں خرید خرید کر اس میں ڈالتے تھے، یہاں تک کہ جو کوئی عورت چرخہ کاتتی تھی وہ بھی اسکی آمدنی سے لکڑیاں خرید کر آتش ابراہیمؑ میں ڈالتی تھی یہ لوگ ایک ماہ تک لکڑیاں جمع کرتے رہے، اس کے بعد ہر جانب آگ لگا دی، آگ جلی خوب شعلے نکلے اور اس جگہ کی گرمی کا یہ حال تھا کہ جانور بھی وہاں سے گزرتا تھا تو اسکی گرمی کی شدت کی وجہ سے مر جاتا تھا، اسی موقع پر گرگٹ نے بھی کچھ کرتوت کر کے دکھایا اور اس نے بھی پھونک ماری، حضرت اُم شریکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گرگٹ کو قتل کرنے کا حکم فرمایا ہے اور فرمایا کہ وہ حضرت ابراہیمؑ پر پھونک مار رہا تھا، (رواہ البخاری ص ۴۷۴ جلد ۲)۔

بالآخر ابلیس کے مشورہ سے منجنیق کے ذریعہ آگ کے حوالہ کر دیا گیا، چنانچہ آگ پر مقرر فرشتہ حاضر خدمت ہوا اور کہنے لگا کہ آپ چاہیں تو میں آگ کو بجھا دوں اسی طرح ہواؤں پر مقرر فرشتہ حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ آپ چاہیں تو آگ کو ہواؤں میں اُڑا دوں: آگ کا ایک ٹھاٹھے مارتا ہوا سمندر سامنے لہریں لے رہا تھا چاروں طرف دشمنوں کا ہجوم تھا، یہ لرزہ خیز اور خوفناک تصور ہی قدم ثبات کو شکستہ کرنے کے لئے کافی تھا، موت وحیات کا معاملہ تھا تمام بشری کمزوریاں بھی ساتھ تھیں مگر آپؑ نے ہمت نہ ہاری مستقل مزاج رہے، عین اس وقت کہ آپ پھینکے جانے والے تھے دُعا کی اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْوَاحِدُ فِی السَّمَآءِ وَاَنْتَ الْوَاحِدُ فِی الْاَرْضِ حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ ۰ الٰہی آسمانوں اور زمین میں تیری ہی بادشاہت ہے، کوئی تیرا شریک وسہیم نہیں، تجھی پر بھروسہ ہے اور تو ہی بہت اچھا مدد کرنے والا ہے، بندہ اپنی بندگی کا اظہار کر چکا اللہ اور صرف اللہ کے لئے دُنیا کی بڑی سے بڑی مصیبت بھگتنے کے لئے تیار ہو گیا، امتحان ہو چکا تو آگ کو حکم ہوا قُلْنَا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ ۰ اے آگ ابراہیمؑ کے لئے سرد ہو جا اور انہیں صحیح وسلامت رکھ، گرنے سے پہلے آگ سرد ہو کر گلزار ہو گئی تھی، ذرہ برابر بھی گزند وتکلیف نہیں پہنچی۔

صاحب انوار البیان لکھتے ہیں: کہ اللہ پاک کی طرف سے آگ کو حکم ہوا کہ ابراہیمؑ پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا ساری مخلوق اللہ کے فرمان کے تابع ہے، مخلوقات میں جو صفات ہیں اور تاثیرات ہیں وہ اللہ پاک کے پیدا فرمانے سے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کا انہیں خطاب ہوتا ہے وہ انہیں سمجھتے بھی ہیں گو ہم نہیں سمجھتے، آگ کو اللہ پاک کا حکم ہوا کہ ٹھنڈی ہو جا لہٰذا وہ سرد پڑ گئی اور چونکہ برداً کے ساتھ سلاماً بھی فرمایا تھا اس لئے اتنی ٹھنڈی بھی نہ ہوئی کہ ٹھنڈک کی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ ہلاک ہو جاتے۔ حضرت ابراہیمؑ سات دن آگ میں رہے آگ نے ان پر کچھ بھی اثر نہ کیا ہاں انکے پاؤں میں جو بیڑیاں تھیں وہ جل گئیں، حضرت ابراہیمؑ آگ میں تھے کہ سایہ ڈالنے والا فرشتہ انکے پاس پہنچا جو انہیں کی صورت میں تھا وہ

انہیں مانوس کرتا رہا حضرت جبرئیل جنت سے ایک کرتہ اور قالین لے کر آئے (حضرت ابراہیمؑ کو کپڑے اتار کر آگ میں ڈالا گیا تھا) حضرت جبرئیلؑ نے انہیں کرتہ پہنایا اور نیچے قالین بچھایا اور انکے ساتھ بیٹھ کر وہیں باتیں کرنے لگے، ادھر نمرود اپنے محل میں سے بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا اس نے دیکھا کہ ابراہیمؑ باغیچہ میں بیٹھے ہوئے ہیں اور انکے ساتھ ایک شخص بیٹھا ہوا باتیں کر رہا ہے، آس پاس جو لکڑیاں ہیں انہیں آگ جلا رہی ہے لیکن حضرت ابراہیمؑ صحیح سالم ہیں، باتوں میں مشغول ہیں، نمرود نے کہا کہ ابراہیمؑ تم اس آگ سے نکل سکتے ہو؟ فرمایا نکل سکتا ہوں یہ فرمایا اور اپنی جگہ سے روانہ ہوئے حتی کہ آگ سے باہر نکل آئے یہ دیکھ کر نمرود نے کہا کہ اے ابراہیمؑ تمہارا معبود تو بڑی قدرت والا ہے جس کے حکم کی آگ بھی پابند ہے، میں تمہارے معبود کے نام پر چار ہزار گائیں نذر کے طور پر ذبح کروں گا، حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ جب تک تو اپنے دین پر رہے گا اللہ تعالیٰ تجھ سے کچھ بھی قبول نہیں فرمائے گا، تو اپنے دین کو چھوڑ دے اور میرا دین اختیار کر لے، نمرود نے کہا میں اپنے دین کو اور ملک کو نہیں چھوڑ سکتا ہاں بطور نذر کے جانور ذبح کر دوں گا اس کے بعد نمرود نے جانور ذبح کر دیئے اور حضرت ابراہیمؑ کو تکلیف پہنچانے سے بھی باز آ گیا (معالم التنزیل ص ۲۵/۲۵۰ جلد ۳)۔

حضرت ابراہیمؑ کے دشمنوں نے خوب آگ جلائی اور بہت زیادہ جلائی جس کے بارے میں سورۂ صافات میں اسطرح فرمایا: قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ • کہنے لگے کہ اس کے لئے ایک مکان بناؤ پھر اسے سخت جلنے والی آگ میں ڈال دو، اس سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے اولاً آگ جلانے کے لئے مستقل ایک مکان بنایا پھر بہت زیادہ آگ جلائی جس میں حضرت ابراہیمؑ کو ڈال دیا، پوری قوم میں نمرود اور اسکی حکومت میں شخص واحد ہے جسے سب نے مل کر بہت بڑی آگ میں ڈال کر جلانا چاہا مگر اپنے مقصد میں ناکام اور نامراد ہوئے، ذلیل وخوار ہوئے اور انہیں نیچا دیکھنا پڑا اسکو سورۃ الانبیاء میں ایسے بیان فرمایا ہے وَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَخْسَرِينَ اور سورۂ صافات میں فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ۔

لہٰذا حضرت ابراہیمؑ کی حیاتِ مبارکہ سے موجودہ دور میں ہم سبھوں کو عبرت حاصل کرنے کی اَشد ضرورت ہے، آپ کی حیاتِ مبارکہ ملتِ بیضاء کو اسی بات کی تلقین کر رہی ہے کہ اُمتِ مسلمہ پر جب کبھی بھی حالات آئیں اور دُشواریوں کا سامنا کرنا پڑے تو صبر کا دامن ہاتھ سے قطعاً ترک نہ کرے، بلکہ اپنے اندر استحکام پیدا کرنے کی کوشش کریں اور اپنی کمی کو دُور کرنے کی کوشش کرے، اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے مدد وتعاون کی امید رکھے، نیز قرآن کریم کے اندر آئے ہوئے احکامات وبشارتوں پر خوب غور کرے کہ اللہ پاک کس محبت کے ساتھ فرما رہے ہیں؟ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ کہ اللہ پاک صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں، اِنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کہ اللہ پاک ایمان والوں کو مولیٰ ہیں، حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ کہ ہمارے لئے اللہ کی ذات کافی ہے اور وہ کیا اچھا کارساز ہے، اللہ پاک ہمیں توحید کی دولت سے مالا مال فرمائے! اور اس پر ہمیں اور ہماری نسلوں کو ہمیشہ ہمیش ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے! اللہم توفنا مسلمین والحقنا بالصالحین!!!

صدائے حدیث

حج دین اسلام کا نہایت اہم رکن

مرغوب الحق گنگوہی

حج دین اسلام کا نہایت اہم رکن ہے، جس کی فرضیت ۹ھ میں ہوئی، جسمانی اور مالی استطاعت رکھنے والے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اس اہم فریضہ کو جلد از جلد ادا کرے۔

زندگی میں ایک مرتبہ حج فرض ہے

عن ابن عباسؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلّم : يا ايهاالناس انّ الله كتب عليكم الحجّ، فقام الاقرعُ بنُ حابس فقال: أفي كلّ عام يا رسول الله؟قال لو قلتُها نعم لو جبت ولو وجبت لم تعملوا بها ولم تستطيعوا ، والحجُّ مرّةٌ فمن زاد فتطوعٌ رواه احمد والنسائي والدارمي (مشکوٰۃ شریف، ج:ا،ص:۲۲۲)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض فرمایا ہے، تو حضرت اقرع بن حابسؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول کیا ہر سال فرض ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر میں "ہاں" کہہ دیتا تو ہر سال فرض ہوجاتا، اور اگر ہر سال فرض ہوجاتا تو تم اس پر عمل نہ کر پاتے اور یہ تمہارے بس میں نہیں تھا، حج تو صرف ایک مرتبہ فرض ہے اور جو اس سے زیادہ ہو وہ نفل ہے۔

فریضۂ حج کی ادائیگی میں جلدی کریں

جس پر حج فرض ہو اسے چاہئے کہ جلد از جلد اپنے فریضہ سے سبک دوش ہونے کی کوشش کرے، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : من اراد الحج فليعجل ، رواه ابوداؤد والدارمي (مشکوٰۃ شریف، ج:ا،ص:۲۲۲)۔

جو شخص حج کا ارادہ رکھتا ہو اسے چاہئے کہ جلدی کرے۔

نیز ابن عباسؓ ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تعجّلوا الى الحجّ فانّ احدكم لا يدري ما يُعرَض له (مسند احمد)۔

فریضۂ حج کی ادائیگی میں جلدی کرو کیوں کہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ آئندہ کیا رکاوٹ پیش آجائے۔

ہمارے معاشرہ میں بہت سے صاحبِ حیثیت لوگ ہر طرح کی استطاعت اور مالی فراوانی کے باوجود فریضۂ حج کی ادائیگی میں بلا وجہ تاخیر سے کام لیتے ہیں، بعض حضرات صرف اس بنا پر رکے رہتے ہیں کہ پہلے اپنی اولاد کی شادی بیاہ سے فارغ ہو جائیں، یہ رویہ درست نہیں ہے، حج فرض ہونے کے بعد سب سے پہلے ادائیگیٔ حج کی فکر ہونی چاہئے۔

استطاعت کے باوجود حج فرض ادا نہ کرنے پر وعید

جو شخص وسعت اور استطاعت کے باوجود فریضۂ حج ادا کرنے میں ٹال مٹول کرے احادیث شریفہ میں اس کے متعلق سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من ملک زاداً أوراحلةً تبلغه الیٰ بیت الله الحرام ولم یحج فلا علیه أن یموت یهودیاً أو نصرانیاً، وذٰلک أن الله تعالیٰ یقول "وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلاً" (ترمذی شریف رقم الحدیث:۸۱۲)۔

جو شخص زادِ راہ اور بیت اللہ تک پہنچانے والی سواری کا مالک ہو پھر بھی حج کا فریضہ ادا نہ کرے تو اس پر کچھ نہیں کہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر، اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اور اللہ کے لئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا ہے، جو شخص وہاں پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو۔

اس حدیث شریف میں یہودی یا عیسائی ہونے کی حالت میں مرنے کی وعید ایک نکتہ کے پیش نظر ہے، وہ یہ کہ ان مذاہب میں عبادتِ حج کی کوئی اہمیت نہیں اور ایک وجہ یہ بھی ممکن ہے کہ جس طرح یہودی اور عیسائی احکامِ خداوندی سے بغاوت کرنے والے ہیں اسی طرح استطاعت کے باوجود حج کرنے والا شخص بھی حکمِ خداوندی سے بغاوت اور سرکشی کا ارتکاب کرتا ہے، حفظنا الله تعالیٰ۔

حج گناہوں کی مغفرت کا بڑا ذریعہ ہے

حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ حَجَّ فَلَمْ یرفث ولم یفسق رجع من ذنوبه کیومٍ ولدته اُمُّهٗ ، جس شخص نے حج کیا اور اس میں کوئی گناہ کا کام یا بے حیائی کی بات نہ کی تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہو کر لوٹے گا جیسا کہ آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو (بخاری شریف، ج:۱ص:۲۰۶)۔

وعن ابن مسعودؓ قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: تابعوا بین الحجّ والعمرة فانهما ینفیان الفقر والذنوب کما ینفی الکیرُ خبثَ الحدید والذهب والفضة، ولیس للحجّة المبرورة ثوابٌ الّا الجنّةُ، رواه الترمذی والنسائی (مشکوٰۃ شریف، ج:۱ص:۲۰۶)۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حج و عمرہ پے در پے کیا کرو کیونکہ کہ یہ دونوں فقر و فاقہ اور گناہوں کو اس طرح مٹا دیتے ہیں جیسا کہ بھٹی لوہے اور سونا چاندی کے کھوٹ کو (جلا کر) ختم کر دیتی ہے، اور نہیں ہے حجِ مبرور کا بدلہ سوائے جنت کے اور کچھ۔

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے عرض کیا اے الہ العالمین! ہر مہمان کا میزبان پر حق ہوتا ہے، اے داؤد! ان کا مجھ پر حق یہ ہے کہ میں انہیں دنیا میں عافیت دوں گا اور آخرت میں جب ان سے ملاقات ہوگی تو انہیں مغفرت عطا کروں گا (رواہ الطبرانی فی الاوسط، رقم الحدیث: ۶۰۳۰)۔

حج سے رزق میں برکت ہوتی ہے

حج کے دیگر بے شمار فوائد کے ساتھ ساتھ ایک فائدہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ حج کے ذریعہ رزق میں برکت اور وسعت عطا کرتے ہیں اور فقر وفاقہ سے حفاظت فرماتے ہیں۔

حضرت عامر بن عبداللہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حُجَجٌ تترىٰ وعُمَرٌ نسقٌ تدفع ميتةَ السوءِ وعَيلةَ الفقرِ (البحر العمیق، ج:۱ر ص:۶۷)۔

پے در پے حج اور بار بار عمرہ کرنا بری موت اور فقر کی مشقت کو دور کرتا ہے۔

نیز مصنف عبدالرزاق کی ایک روایت میں ہے "حُجُّوا تَسْتَغْنُوا" حج کرو غنی ہو جاؤ گے (مصنف عبدالرزاق، ۱۰۵)۔

حاجیوں کی دعا قبول ہوتی ہے

عن ابی ھریرۃؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنّہ قال: الحاجّ والعُمّار وفداللہ ان دعوہ اجابھم وان استغفروہ غفرلھم، رواہ ابن ماجہ (مشکوۃ شریف، ج:۱ر ص:۲۲۳)۔

حضرت ابو ہریرہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حج اور عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں اگر یہ اللہ سے مانگیں تو اللہ ان کی دعاء قبول کرے گا اور اگر یہ اللہ سے مغفرت چاہیں تو اللہ ان کو بخشدے گا۔

حاجیوں سے دعاء کی درخواست کی جائے

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إذا لقيت الحاجّ فسلّم عليه وصافحه ومُرْه أن يَستغفر لک قبل أن يدخلَ بيته فإنّه مغفورٌ له، رواہ احمد (مشکوۃ المصابیح، ج:ر ص: ۲۲۳ر مسند احمد، ج:۲ر ص:۶۹)۔

جب تم حاجی سے ملاقات کرو تو اس سے سلام ومصافحہ کرو اور اس کے اپنے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اس سے اپنے لئے استغفار کراؤ، کیونکہ وہ بخشا بخشایا ہے۔

اللہ جل شانہ ہم سب کو حج اور عمرہ کی سعادتوں سے بار بار بہرور فرمائے آمین۔

☆☆☆

افادات (شرح ترمذی سے ماخوذ)

باب ماجاء من الرخصة فی ذٰلک

[طلباء کے لئے]

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب نقشبندی
محدث وناظم جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

استقبال واستدبار میں آثارِ صحابہ کی حیثیت

اگر آثار کی طرف نظر کریں تو ابوایوب انصاریؓ کی روایت عام ہے ہر جگہ میں جس میں علت، احترام قبلہ مذکور ہے، اور حدیث ابن عمرؓ اور حدیث جابرؓ چار وجوہ سے اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی (۱) حدیث ابی ایوبؓ قولی روایت ہے اور یہ فعلی روایات ہیں **ولا معارضة بین القول والفعل** (۲) فعل میں صرف حکایتِ حال ہوتی ہے، بخلاف قول کے کہ وہ قانونِ عام ہے اور حکایات میں اعذار کا احتمال ہوا کرتا ہے، اقوال میں اس کے احتمالات نہیں ہوا کرتے (۳) قول تشریع ہے اور دوسری روایات عادۃ پر محمول ہیں اور شرع عادت پر مقدم ہے (۴) اگر فعل تشریعی ہوتا تو اس کو چھپ کر نہ کرتے بلکہ عام طور پر فرماتے، یہ قاضی ابوبکر ابن عربیؒ کا قول ہے جو کہ مالکی المسلک ہیں مگر اس کے باوجود انہوں نے امام اعظمؒ کے مسلک کو لیا ہے (۲) علامہ ابن حزم الاندلسیؒ بڑے سخت قسم کے آدمی ہیں مگر اس کے باوجود اس مسئلہ میں احناف کے قول کو مختار قرار دیتے ہیں رائے سلف اور صحابہ اور تابعین کا قول فرماتے ہیں، دیکھئے المحلّٰی لابن حزمؒ (۳) علامہ ابن قیم حنبلی المذہب ہیں مگر اس کے باوجود ''تہذیب السنن شرح ابی داوٗد'' میں جس میں انہوں نے حافظ منذریؒ کی کتاب کی تلخیص کی ہے، فرماتے ہیں: **ان ذلک مذھب جمھور الصحابة والتابعین** اس کے بعد قیل وقال کی کیا گنجائش ہے؟ اور اسی سے علامہ ابن حجرؒ کے اپنے مسلک کے متعلق اس قول **انه مذھب الجمھور** کی حقیقت واضح ہوجاتی ہے، ہاں اگر یہ تاویل کریں کہ علامہ نے ائمہ اربعہ میں تین ائمہ کے اعتبار سے جمہور فرمایا ہے، تو صحیح ہے، مگر جمہور امت مراد لینا غلط ہے اور ان کی شانِ رفیع کے

مناسب نہیں ہے(دیکھئے معارف السنن رص ۹۹رج ۱)۔

تلخیص: اس باب میں احنافؒ کا مذہب عقلاً ونقلاً، حدیثاً وفقہاً، اور روایۃً قوی ترین مذہب ہے، اور یہی جمہور صحابہ وتابعین کا قول اور مذہب ہے، اور حدیث ابوایوب نص ہے، تشریع عام ہے، معلوم الوصف والعلم ہے، قوی ہے، محرِّم ہے، ناطق ہے، لہذا دوسری روایات ان پر کیسے مقدم ہوسکتی ہیں؟ (معارف السنن رص: ۱۰۰رج:۱)۔

تکملۂ بحث

تکملۂ بحث امام مالکؒ وشافعیؒ کے مذہب پر حدیثِ عائشہؓ سے استدلال کیا گیا ہے، جو ابن ماجہ شریف میں عراک کے طریق سے آئی ہے **خالد ابن ابی الصلت عن عراک عن عائشةؓ قالت ذکر عند رسول الله ﷺ قوم یکرھون الخ** اسکے سلسلہ میں چند گذارشات ہیں(۱) اس کی سند میں خالد ابن ابی الصلت ہے، علامہ ذہبیؒ نے ان پر جرح کرتے ہوئے ''میزان الاعتدال'' میں فرمایا ہے: **ھو منکر** ابن حزمؒ نے مجہول فرمایا ہے، ابن حجرؒ نے ضعیف فرمایا ہے(دیکھئے تہذیب)(۲) اس میں دوحصوں سے ارسال ہے(۱) **قال البخاری خالد بن ابی الصلت عن عراک مرسل** امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ عراک نے عائشہؓ سے کہاں سماع کیا ہے بلکہ یہاں عروہ کا واسطہ ہے جو متروک ہے، اسی وجہ سے امام بخاریؒ نے فرمایا: **فیه اضطراب** (۲) خود خالد بن ابی الصلت نے عراک سے نہیں سنا ہے لہذا حدیث دوجگہوں پر منقطع ہے اور علامہ ابن الہمام نے مسلم کے حوالہ سے جو تحسین کی ہے اس کا جواب علامہ کشمیریؒ نے دے دیا کہ بخاری اور ابوحاتم کا قول امام مسلم سے زائد لائق اتباع ہے چونکہ وہ دونوں علمِ حدیث میں مسلم سے زائد اعلم ہیں اور اگر ایک جگہ اتصال تسلیم بھی کرلیں تو دوسری جگہ باقی ہے(۳) یہ حدیث **موقوف علی عائشة** ہے **کما قاله الشیخ ابو حاتمؒ** (۴) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے سنکر اس پر نہ عمل کیا اور نہ اسکو اخذ فرمایا، جیسا کہ عبدالرزاق کے صنیع سے معلوم ہوتا ہے(۵) حدیث ابوایوبؓ ناسخ ہے حدیث عائشہؓ کیلئے۔

جمہورؒ کے یہاں حرمت قبلہ کس چیز سے ہے؟

بعض نے فرمایا اس لئے کہ نجس اور ناپاک شئی کا خروج ہوتا ہے، اور بعض نے فرمایا کہ کشفِ عورت ہے، احناف کے نزدیک خروج نجاست کی وجہ سے احترام ضروری ہے اور دوسرے حضرات کے یہاں کشفِ عورت سے

اور بعض نے دونوں کے مجموعے کو کہا ہے، لہٰذا اگر کشفِ عورت ہو مگر خروج نجاست نہ ہو تو کراہت تنزیہی ہے اور اگر صرف خروج نجاست ہو یا دونوں ہوں تو پھر کراہت تحریمی ہوگی۔

اب اس پر بہت سے مسائل متفرع ہوتے ہیں، اگر ایک شخص قبلہ کی طرف رخ کر کے ہاتھ سے خروجِ دم کرتا ہے دمِ مسفوح ناپاک ہے مگر کشفِ عورت نہیں ہے، اب جن کے نزدیک علت کشفِ عورت ہے انکے نزدیک استقبالِ قبلہ ممنوع نہ ہوگا، کیونکہ کشف عورت نہیں ہے؟ (۲) ایک شخص غسل خانہ میں جاکر ستر کھول کر غسل کرتا ہے استقبال کرتے ہوئے تو عدمِ خروج نجاست ہے، جنہوں نے علت خروجِ نجاست بیان کی ہے انکے یہاں درست ہے، اور جن کے یہاں علت کشفِ عورت ہے ان کے نزدیک ایک ممانعت ہے اور احناف فرمائیں گے کہ ایک شکل میں کراہت تحریمی ہے اور دوسری صورت میں کراہت تنزیہی ہے (۳) ایسے ہی جماع کرتے ہوئے اگر کشف عورت ہے تو اس کے قائلین کے یہاں جائز نہیں ہے، ہاں جو حضرات علت خروج نجاست فرماتے ہیں ان کے نزدیک درست ہوگا، بہر حال احنافؒ نے دونوں کو پیشِ نظر رکھا ہے، صرف اگر خروجِ نجاست ہو یا دونوں ہوں تو مکروہ تحریمی ہے، یعنی صرف کشفِ ستر ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔

قال ابو الولید ابوالولید امام شافعیؒ کے مخصوص ترین تلامذہ میں سے ہیں۔

قال عبداللہ الشافعی یہاں مختصر طور پر امام شافعیؒ کے احوال لکھے جاتے ہیں۔

نام ونسب: اسم گرامی محمد بن ادریس الشافعیؒ ہے، کنیت ابوعبداللہ ہے، آپ قریشی النسب ہیں، اوپر جاکر نبی کریم ﷺ کے ساتھ نسب میں جا ملتے ہیں۔

ولادت: ۱۵۰ھ غزہ مقام میں ہوئی، پھر مکہ لائے گئے، وہاں نشو ونماء ہوئی اور علوم پر متوجہ ہوئے، مسلم ترنجیؒ سے فقہ حاصل کیا، اپنے چچا محمد بن علی، عبدالعزیز الماجشون، امام مالک، اسماعیل بن جعفر، ابرہیم بن یحییٰ، اور دوسرے بہت سے لوگوں سے علوم سیکھے، تیر اندازی میں مہارت رکھتے تھے، شعر لغت، ایام العرب میں کمال حاصل کیا، پھر فقہ وحدیث پر متوجہ ہوئے، اسماعیل قسطنطین سے تجوید حاصل کی، جو مکہ کے قاری تھے، رمضان المبارک میں ۶۰ ؍ ساٹھ مرتبہ کلام پاک مکمل کرتے تھے، اولاً مؤطا حفظ کی پھر امام مالک سے اس کو پڑھا، مسلم بن خالد سے فتوی کی اجازت وسند لی، اس وقت عمر مبارک ۲۰ ؍ سال تھی یا اس سے بھی کم تھی، اسحٰق بن راہویہ کہتے ہیں امام احمدؒ نے مجھ سے فرمایا: مکہ میں آؤ ایسا شخص تم کو دکھاؤں گا کہ تمہاری نگاہوں نے ایسا نہیں دیکھا ہوگا، اس کے بعد امام شافعیؒ کے پاس

لیکر گئے، ابوثورؒ نے فرمایا: **مارأيت مثل شافعیؒ ولا رای هو مثل نفسه** حرملہ کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے خود فرمایا بغداد میں مجھے ناصر حدیث سے پکارا جاتا تھا، امام احمد نے توثیق کی ہے، ابن معینؒ نے بھی توثیق کی ہے، فجل بن زیاد نے کہا ہے کہ امام احمد نے فرمایا ہے جو شخص بھی قرطاس وقلم دوات کو ہاتھ لگائے گا اس کی گردن پر امام شافعیؒ کا احسان ضرور ہوگا، امام ابوداؤدؒ نے کہا ہے کہ امام شافعیؒ نے حدیث میں کبھی خطاء نہیں کی، ابوحاتم نے صدوق کہا ہے، امام شافعیؒ نے فرمایا جب حدیث ثابت ہو جائے تو میرے قول کو دیوار پر ماردو، ربیع کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے فرمایا جب میں حدیث روایت کروں اور وہ صحیح ہو پھر اس کے مطابق میرا عمل نہ ہو تو سمجھو کہ میری عقل چلی گئی۔

وفات ۲۰۴ھ شعبان المعظم میں مصر میں ہوئی، وہاں آپ ۱۹۹ھ میں منتقل ہو گئے تھے، علامہ ابونعیم نے کہا ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا **اللهم قريشاً فانی عالمها يملأ طباق الارض علماً** اس حدیث شریف میں عدالت بینہ ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جسکا علم پھیلا ہو اس کا مصداق امام شافعیؒ ہیں، امام احمد بن حنبلؒ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ پاک ہر ۱۰۰ سال پر ایک مجدد پیدا کرتا ہے تو میرا خیال ہے کہ اول ۱۰۰ ارویں سال میں عمر بن عبدالعزیز ہیں اور دوسری صدی میں امام شافعیؒ ہیں، مزنی نے فرمایا کہ میں نے امام شافعیؒ سے سنا تھا فرماتے تھے کہ میں نے سات سال کی عمر میں قرآن پاک یاد کرلیا تھا اور دس سال کی عمر میں مؤطا امام مالکؒ حفظ کرلی تھی، اور پندرہ سال کی عمر میں فتوی دینے لگے تھے (**انتهى ما فى التحفة** رص:۸۸رج:۱)۔

قال ابو عبدالله الشافعیؒ :سے امام ترمذیؒ جمہورِ کرام کے مسلک کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں، دونوں قسم کی روایات ہیں، ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ ممانعت والی صحراء پر اور اباحت والی آبادی پر محمول ہیں (منہل شرح ابوداؤدرص ۱۰۴رج ۱)۔

قال احمد بن حنبلؒ :آپ ائمہ اربعہ میں سے ایک مشہور و معروف امام ہیں، ایک بڑی جماعت ہر زمانہ میں آپ کے متبعین کی رہی ہے۔

نام ونسب: آپ کا نام ونسب اس طرح ہے احمد بن حنبل بن ہلال بن اسد بن ادریس الشیبانی المروزی ثم البغدادی، کنیت ابوعبداللہ ہے آپ کے آباواجداد "مرو" میں آباد تھے، وہاں سے آپ کے والد ماجد بغداد منتقل ہوئے، اس حالت میں کہ آپ بصورۃ حمل تھے، ولادت ماہ ربیع الاول ۱۶۴ھ میں ہوئی ابھی آپ تین سال کے ہی تھے کہ سر سے سایۂ رحمت والد ماجد اٹھ گیا، آپ کی والدہ نے آپ کی پرورش کی، آپ نے کبار اہل علم سے علوم

حاصل کئے جن میں ابراہیم، سفیان بن عیینہ، عباد بن عباد، یحیٰ بن ابی زائدہ، اور ایک بڑے طبقہ سے فیض پایا، آپ کے تلامذہ میں امام بخاریؒ وامام مسلمؒ، امام ابوداؤدؒ، ابوزرعہؒ عبداللہ بن احمدؒ، اور دوسرے بہت سے حضرات ہیں، بالاتفاق فقہ وحدیث کے مسلّم امام ہیں، آپ نے حدیث شریف میں مسند احمد لکھی، کہا جاتا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ کو ایک لاکھ احادیث حفظ یاد تھیں، آپ امام عالی مقام حضرت امام شافعیؒ کے خاص لوگوں میں سے تھے اور آپ امام شافعیؒ کی مصاحبت ہی میں تھے یہاں تک کہ امام شافعیؒ آخرت کو رحلت فرما گئے۔

فضل وکمال

شیخ ابن معین نے فرمایا **مارأیت خیراًمن احمدؒ قال وکیع وحفص بن غیاث ماقلم الکوفہ مثل ذاک۔**

قال یحی بن سعید القطان احمد صبر من اصابر الامۃ یحیٰ بن آدم نے فرمایا کہ امام احمد ہمارے امام ہیں امام شافعیؒ نے فرمایا کہ میں بغداد سے خروج کر آیا مگر میں نے وہاں احمد سے زائد افقہ اور ازہد، اورع، اعلم کسی کو نہیں چھوڑا **قال ابو زرعہ المرازی کان یحفظ الف الف حدیث،** شیخ ابن المدینی نے فرمایا کہ احمد سے زائد احفظ ہماری جماعت میں دوسرا کوئی نہیں ہے، نیز فرمایا کہ احمد امام الدنیا ہیں، شیخ یحیٰ بن معین نے فرمایا کہ اگر ہم انکی تعریف وثنا میں کوئی مجلس قائم کریں تب بھی ان کے محاسن کو شمار نہیں کرا سکتے، شیخ عجلیلؒ نے فرمایا کہ احمد ثقہ ہیں، وہ فقیہ تھے، متبع آثار تھے، آپ ہر دن رات ۳۰۰/رکعات پڑھتے تھے، ہلال بن العلاءؒ نے کہا ہے کہ اللہ نے اس امت پر چار شخصوں سے انعام فرمایا ہے: امام شافعیؒ سے فقہ میں، امام احمدؒ سے مصائب سے گذار کر، اگر وہ ایسا نہ کرتے تو امت ایک بڑی گمراہی میں مبتلاء ہو جاتی، مسئلہ خلقِ قرآن میں آپ نے بے حد مصائب برداشت کئے مگر کلمۂ حق سے نہ ہٹے۔

وفات: جمعہ کے روز ۱۲/ربیع الاول ۲۴۱ھ میں وفات پائی، نماز جنازہ میں ۸/لاکھ مردوں اور ۶۰/ہزار عورتوں نے شرکت کی۔

اولاد: آپ کے دو صاحبزادے تھے (۱) صالح (۲) عبداللہ، صالح قاضی اصبہان تھے، یہ بھی بڑے عالم تھے، ان کا انتقال ۲۶۶ھ رمضان میں ہوا اور عبداللہ کا انتقال ۲۹۰ھ کے بعد ہوا، ۷۷/سال کی عمر ہوئی۔ امام نسائی نے فرمایا: **الثقہ المامون احد الائمہ**ؒ علامہ ابن سعید نے فرمایا: **ثقہ ثبت صدوق کثیر الحدیث** آپ کے

انتقال کے بعد آپ کی قبر کھودی گئی تو آپ کا کفن بالکل صحیح تھا اسمیں قطعاً تغیر نہ تھا (کذافی التہذیب رص ۶۲ رج ا)۔

اسحاق بن راہویہؒ: آپ بھی احدالائمہ الکبار ہیں، مکمل نام ونسب اس طرح ہے: اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم بن مطر الحنظلی، ابن راہویہ سے معروف ہیں، **طاف البلاد فی تحصیل العلوم روی عن الاکابر من اھل العلم والفضل والورع والتقوی والصلاح مثل ابن عیینہ، وابن علبہ، جریر، بشر بن المقصل حفص بن غیاث وسلیمان بن نافع العبدی** ولادت ۱۶۱ھ اور بعض نے ۱۶۶ھ بتایا ہے کنیت ابویعقوب ہے۔

فضل وکمال

امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ عراق میں آپ کی نظیر نہیں ہے اور ایک بار فرمایا کہ: اسحٰق **امام من ائمة المسلمین** ہیں، جس روز وفات ہوئی تو محمد بن مسلم الطوسیؒ نے فرمایا کہ: اسحٰق **اعلم الناس** تھے، اگر ثوری زندہ ہوتے تو وہ بھی آپ کے محتاج ہوتے، امام نسائی نے فرمایا کہ اسحٰقؒ احدالائمہ ہیں، نیز فرمایا کہ ثقہ مامون ہیں، اسحٰق نے فرمایا کہ میری کتاب میں ایک لاکھ احادیث ہیں جو میری آنکھوں کے سامنے ہیں اور تیس ۳۰ رہزار ہیں از بروہ سنتا ہوں، ابوداؤد خفاف نے فرمایا کہ: اسحٰق نے دس ہزار احادیث کا املاء کرایا، اللہ تعالی نے قابل تعجب حافظہ ان کو عنایت فرمایا تھا، علامہ ابن حبان نے فرمایا ہے کہ آپ سادات اہل زمانہ میں سے تھے، بڑے فقیہ اور بڑے محدث تھے، آپ نے کتابیں لکھیں اور سنت سے رغبت تامہ رکھی اور اس کی پوری حمایت فرمائی ہے، آپ کا امام شافعیؒ سے مکہ معظمہ کے مکانات کی بیع وشراء کے بارے میں مناظرہ بھی ہوا تھا جس کی مکمل تفصیل امام رازیؒ نے مناقب شافعیؒ پر تصنیف کردہ کتاب میں تحریر کی ہے، اخیر عمر میں آپ نے نیشاپور قیام کیا تھا اور وہیں نصف شعبان جمعرات کی رات میں ۲۳۷ء ۲۳۵ھ میں انتقال فرمایا ہے۔

ابن راہویہ سے معروف ہوئے راہویہ اس لئے کہ طریق مکہ میں پیدائش ہوئی تھی اور طریق کو فارسی میں راہ کہا جاتا ہے اور "ویہ" کے معنی وجد کے ہیں (تحفہ رص: ۲۱۳)۔

الحنظلی حنظلۃ بن مالک کی طرف نسبت ہے جو تمیم کا ایک بطن ہے آپ امام احمد کے دوست تھے (کذافی التقریب) قرین احمد بن حنبلؒ وامام شافعیؒ۔

بحث ونظر　　　　گذشتہ سے پیوستہ

اسلام میں طلاق کا قانون اور عورت کی حیثیت
(ایک تقابلی جائزہ)

مولانا شمشاد احمد مظاہری
مدرس جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

قدیم چین میں طلاق کا قانون اور عورت کی حیثیت

چینی عورتیں اپنے مردوں کی بڑی فرماں بردار اور اطاعت گذار ہوتی تھیں، چنانچہ بغیر کسی جبر واکراہ کے متعدد عورتیں ایک شوہر کی زوجیت میں رہ سکتی تھیں، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی عورت شوہر کے معاملہ میں بے پروائی یا بد خلقی کا ثبوت دیتی تو اس کی سزا اسّی کوڑے ہوتے، مردوں کو عورتوں پر ہر طرح کا تصرف حاصل تھا، معاشرتی واقتصادی ضرورت پر عورت کو، سامان کی طرح بازار میں فروخت کیا جاسکتا تھا، یا بانجھ ہوتی یا کسی متعدی مرض کا شکار ہوتی، یا کوئی چیز چرالیتی، یا مرد کو ناپسند ہوتی تو ان تمام صورتوں میں مرد کو طلاق کا اختیار تھا (الزواج والطلاق،ص:۵۶۲)۔

ہندو مذہب میں بیوہ کی زندگی

عرب کے مشہور سیاح ابن بطوطہ اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں:

میں نے ایک مجمع کو دیکھا کہ جن میں مرد، عورتیں اور بچے تھے، دو خواتین بہت زرق برق لباس کے ساتھ خوب صورت سواریوں پر سوار تھیں اور لوگ انہیں اپنے رشتہ داروں کے لئے پیغام دے رہے تھے۔

معلوم ہوا کہ یہ دونوں عورتیں بیوہ ہیں، اور یہ سومنات کے بڑے مندر میں ستّی ہونے کیلئے جارہی ہیں، وہ منظر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، ایک بہت بڑا حوض جس میں منولکڑیاں جل رہی تھیں جن کے شعلے اور لپٹیں دور سے انسان کو لپیٹ میں لے رہی تھیں، وہ عورتیں سواری سے اتریں، منہ ہی منہ میں کچھ پڑھا اور اس آگ میں چھلانگ لگادی، تمام مجمع کچھ خاص الفاظ بار بار دہرانے لگا، اور اوپر سے مزید تیل اور لکڑیاں اس حوض میں پھینکی جانے لگیں، میں اس منظر کو نہ دیکھ سکا اور بے ہوش ہوگیا، اور ہوش آنے کے بعد بہت عرصہ تک بیمار رہا (سفرنامہ ابن بطوطہ)۔

ایک زمانہ میں راجہ رام موہن رائے جیسے آریہ سماجیوں نے عورتوں کے ساتھ کی جانے والی ناانصافیوں کے خلاف آواز ضرور اٹھائی اور اس کا ایک حد تک فائدہ ضرور ملا کہ ستّی جیسی پرتھائیں بند ہوگئیں، یہ پرتھائیں منواسمرتی کا نتیجہ تھیں، اس میں شک نہیں کہ سینکڑوں برسوں میں منواسمرتی کو بنیاد بنا کر برہمنی سماج نے دلتوں اور ہندو ماؤں بہنوں پر ظلم وزیادتی کے پہاڑ توڑے ہیں، ہندو سماج نے عورتوں کو کبھی بھی اسلام جیسا درجہ نہیں دیا، اس لئے یہ بھی حقیقت ہے کہ آج تعلیم یافتہ ہندو عورتوں کو بھی گھر میں وہ درجہ نہیں مل پاتا جس کی وہ مستحق ہیں، ایک طرف گھر کی گھٹن اور اس گھٹن سے نجات

کے لئے آشرموں اور باباؤں کا سہارا، ۹۰ رفیصد عورتیں سکھ شانتی کی تلاش میں باباؤں کا رخ کرتی ہیں، سوامی نیتانند، سنت رام پال، باپو آسارام، بابا گرمیت رام رحیم اور سارتھی بابا جیسے سنتوں کے دربار میں ان عورتوں کا جسمانی استحصال ہوتا رہا ہے، ابھی دہلی میں رہائش پذیر ایک سنت کا چہرہ بھی بے نقاب ہوا، جو آٹھ ہزار لڑکیوں کو اپنی ہوس کا شکار بنا کر بھگوان بننے کا خواہش مند تھا، مگر ہندو معصوم بیٹیوں اور ماؤں بہنوں کو انصاف دلانے کے لئے میڈیا کبھی سامنے نہیں آئے گا۔

عیسائیت میں طلاق کا قانون اور عورت کی حیثیت

دینِ مسیح میں نکاح کا طریقہ بھی عجیب تھا، تعدد ازدواج ان کے یہاں قانون و مذہب کی روشنی میں ممنوع تھا، مرد ایک ہی عورت سے نکاح کر سکتا تھا، دوسری عورت سے نکاح کرنے کا تاحیات حق نہ تھا، نیز طلاق ان کے یہاں کوئی چیز ہی نہیں تھی، خواہ زوجیت میں اتحاد ہو یا اختلاف، ایک دوسرے سے خوش ہوں یا رنجیدہ، نہ مرد طلاق دے سکتا ہے اور نہ عورت کسی صورت میں طلاق لے سکتی تھی، مسیحی شریعت میں کیتھولک فرقہ کے یہاں بھی سوائے موت کے شوہر بیوی کے درمیان علاحدگی کی کوئی صورت نہیں تھی، "پروٹسٹنٹ" فرقے کے یہاں علاحدگی و فسخ نکاح کی دو شکلیں تھیں یا تو دونوں میں سے کسی کا انتقال ہو جائے یا عورت سے زنا کا ارتکاب ہو جائے (ایضاً رص: ۲۶۰۔۲۸۵)۔

یورپ کا حالیہ منظر نامہ

حقوقِ نسواں اور آزادیٔ نسواں کا ڈھنڈورا پیٹنے والے اور اپنی خود ساختہ تہذیب پر فخر کرنے والے یورپ میں طلاق کے تناسب اور عورت کی حیثیت کے حوالہ سے صورتحال سب سے بدتر ہے، سویڈن میں ۵۶ رفیصد طلاق ہو جاتی ہے، امریکہ میں طلاق کا تناسب ۵۴ رفیصد ہے، جرمنی میں ۵۳ رفیصد اور روس میں ۴۳ رفیصد ہے (مجلّہ البیان لندن، اپریل، مئی ۲۰۰۰ء)۔

امریکہ میں طلاق کی شرح میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے، مل واکی فیملی کورٹ کے ایک سینئر جج رابرٹ ہینسن نے اپنے ایک حالیہ مضمون میں انکشاف کیا ہے کہ ہر سال پانچ لاکھ شادیاں طلاق کی وجہ سے ختم ہو جاتی ہیں، ان میں سے دو تہائی جوڑے صاحب اولاد ہوتے ہیں، اس طرح ملک کے ہر چار بچوں میں سے ایک بچہ ایک ایسے گھر میں رہتا ہے جو طلاق کی وجہ سے تباہ ہو چکا ہے، مسٹر ہینسن کا یہ مضمون ماہنامہ "ریڈرز ڈائجسٹ" کے تازہ شمارہ میں شائع ہوا ہے (دیکھئے شمارہ اپریل ۱۹۶۷ء رص: ۱۳۴ر مطبوعہ ہانگ کانگ)۔

لاس اینجلس (امریکہ) کی ۴۷ رسالہ مسز بیورلی نینا ایوری نے سولہ مرتبہ طلاق حاصل کی، اس کے شوہروں کی مجموعی تعداد ۱۴ ر تھی، مسز بیورلی نینا نے آخری طلاق اکتوبر ۱۹۵۷ء میں حاصل کی، اس نے عدالت کو بتایا کہ جن شوہروں سے اس نے طلاق لی ان میں سے پانچ نے اس کی ناک توڑی تھی (مشرق ۲۵ راپریل رتراشے رص: ۱۴۲)۔

تمہاری تہذیب تمہارے خنجر سے خود کشی کرے گی   جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

مغربی عورت کی حیثیت

یورپ نے "مساوات" کے نام پر اپنی عورتوں میں یہ مزاج بنایا کہ وہ باہر آکر مردوں کی طرح کمائیں، مگر عورت جب گھر سے نکل کر باہر آئی تو اس کو معلوم ہوا کہ موجودہ شعبوں میں مرد کی طرح کام کرکے اپنی قیمت حاصل نہیں کرسکتی، اب کمائی اور آزاد زندگی حاصل کرنے کی خاطر اس کے پاس دوسرا بدل صرف ایک تھا اور وہ تھا اس کا نسوانی جسم، بالآخر اسے اپنے جسم کو بازار کا سودا بنانا پڑا، اب اس کی حیثیت جنسی تسکین کے سامان کی ہے، عورت کا رول فقط اتنا ہے کہ وہ مرد کے لئے اپنے جسم کی نمائش کرے، یورپ کا ہر تاجر اپنے سامان کے ساتھ عورت کی بھی تجارت کرتا ہے، کوئی اشتہار عورت کی نیم عریاں تصاویر سے خالی نہیں ہوتا۔ مساوات کا پر فریب نعرہ دے کر صنفِ نازک کے کاندھے پر معاش اور گھریلو زندگی کا دوہرا بوجھ ڈالا گیا، علاوہ ازیں عریاں تہذیب میں طلاق کی کثرت اور بوائے فرینڈ و گرل فرینڈ کے کلچر نے اسے ذہنی تناؤ کا شکار بنایا، آج نتیجہ یہ ہے کہ یورپ میں گھر سے باہر کام کرنے والی اکثر عورتیں نفسیاتی اور اعصابی بیماریوں میں مبتلا ہیں، امریکہ میں ۸۴ ر فیصد، سویڈن میں ۵۶ ر فیصد اور جرمنی میں ۷۳ ر فیصد ملازمت پیشہ خواتین دماغ اور نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہیں۔

نیز مغربی تہذیب میں صرف جوان عورت کے لئے جگہ ہے، بوڑھی عورت کے لئے مغربی تہذیب میں کوئی جگہ نہیں، مغربی تہذیب میں ایک عورت اپنی نسوانی کشش کی بنیاد پر جگہ حاصل کرتی ہے، بڑھاپے میں یہ نسوانی کشش ختم ہوجاتی ہے، اس لئے مغربی عورت بوڑھی ہونے کے بعد اپنا مقام بھی کھودیتی ہے، جبکہ اسلامی معاشرتی خاندان میں ایک عورت بیوی کی حیثیت سے اپنی زندگی شروع کرتی ہے یہاں اس کو اپنے عمل کا بھرپور میدان مل جاتا ہے، اس کا گھر ایک پوری مملکت ہوتا ہے جس کو وہ سنبھالتی ہے اور جس کی وہ تنہا انچارج ہوتی ہے، ہر اگلا دن یہاں اس کے عزت واحترام میں اضافہ کرتا چلا جاتا ہے، وہ "ماں" بنتی ہے، پھر وہ "نانی" اور "دادی" بنتی ہے، حتیٰ کہ خود اپنے شوہر کی نظر میں اس کی قیمت بڑھتی چلی جاتی ہے، کسی نے صحیح کہا ہے: عورت جوانی کی عمر میں بیوی ہوتی ہے اور بڑھاپے کی عمر میں ماں کا درجہ حاصل کرلیتی ہے۔

یورپ میں بیوہ عورت کی زندگی

یورپ کی ایک خاتون نے انگلینڈ کے شہر لیسٹر میں اس بات کا مقدمہ درج کرایا کہ مجھے میرے خاوند سے میرے حقوق دلائے جائیں، وہ اس لئے کہ میں نے بیوگی کی حالت میں اس سے شادی کی، شادی سے قبل اسے میرے بیوہ ہونے کا علم نہ تھا لیکن جب اس کو پتہ چلا تو اس نے مجھے چھوڑ دیا لہذا مجھے میرے حقوق دلائے جائیں (ہیومن اینڈ اسلام)۔

ایک نہیں یورپ کی معاشرت میں بیواؤں کی مسلسل تحقیر وتذلیل کے ایسے بے شمار واقعات بھرے پڑے ہیں، اسلام نے بیوہ عورت کی زندگی کو بھی قدر ومنزلت سے دیکھا ہے، حضرت عوف بن مالکؓ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں اور غمگین چہرے والی وہ عورت جس کا شوہر مرگیا اور اس نے اپنے بچہ کو دیکھ کر صبر کرلیا جنت میں ساتھ ساتھ ہوں گے، حضور اقدس ﷺ نے بیوہ خواتین سے نکاح کرکے مثال قائم کی ہے اور وہی خواتین آج امت کی مائیں ہیں۔

خطبات قسط(۱)

تزکیۂ نفس

پیر طریقت واقف اسرار حقیقت حضرت شیخ آصف حسین صاحب فاروقی نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم اما بعد!

قَالَ اللّٰهُ تعالیٰ فی الْقرآنِ المجیدِ اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ oاِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَآاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ،اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ اَلْفَ اَلْفَ مَرَّةٍ،اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْo۔

مجالسِ ذکر بحکمِ شیخ ہوتی ہیں

آج تصوف کی اس مجلس کی نسبت سے جو خیالات اس وقت ذہن میں ہیں وہ ایک خاص مقصد کے لئے ہم منعقد کرتے ہیں، جس کا نام ہے ''تزکیہ'' اور ''تصفیہ'' یعنی باطن کی اصلاح، اپنے اندر کو صحیح کرنا، اور یہ جو ذکر کی مجالس ہیں جن کی اللہ تعالیٰ مختلف جگہوں پر کرنے کی توفیق عنایت فرمارہے ہیں، یہ بزرگوں کا فیض ہے، جن کے حکم سے یہ مجالس وغیرہ جاری ہیں، آدمی کی انفرادی اپنی مرضی سے مجالس قائم نہیں ہوتیں، بلکہ میرے شیخ اقدس کا حکم تھا اس مجلس کو قائم کرنے کا۔

سنتوں سے محبت اور ذکرواذکار کی توفیق شیخ کی برکت ہے

یہ ساری برکتیں انہی کی ہیں جن کی برکت سے ہم اللہ کا مبارک نام لے رہے ہیں، میرے حضرت خودتو کبھی تشریف نہیں لاسکے اور نہ ہی حضرت سفر فرماتے تھے، آپ اس وقت کافی ضعیف تھے، آپ کا شمار پرانے اکابرین میں ہوتا ہے (میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ) ان حضرات کے ساتھ ہمدرس رہے جو ہمارے اکابرین میں سے ہیں۔

جیسے حضرت شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ ان کے ساتھ ہمدرس رہے، حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی بار بار زیارتیں کیں، یہ حضرات اکابرین بڑے درجے کے لوگ تھے، معمولی شخصیات نہیں تھیں، اللہ کریم نے آخر میں ایک تحفہ کے طور پر عنایت فرمایا تھا، جن کی نسبت سے ہلکی ہلکی جھلک ہمیں مل گئی، جس کی وجہ سے ہمیں نبی کریم ﷺ کی مبارک سنتوں سے محبت ہوگئی اور اللہ کے فضل وکرم سے ذکرواذکار کی بھی توفیق ہوگئی۔

نسب بڑی اونچی چیز اور نعمت ہے

نسبت بڑی اونچی چیز اور نعمت ہے اور ظاہری بات ہے کہ جتنی بڑی نسبت ہوتی ہے اسی قدر ہر لحہ حق تعالیٰ شانہ فیض بڑھاتے ہیں، اس عاجز کا نہ کوئی کمال ہے اور نہ ہوگا، میں تو جوتوں کی خاک کے برابر بھی نہیں ان کے (میرے حضرت شیخ مولانا علی مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ) کے حکم سے یہ مجالس قائم کی جاتی ہیں۔

ریاکاری سے عبادات تباہ ہوجاتی ہیں

ویسے یہ جو ذکر واذکار کی مجالس ہیں یہ خالص اور خالص دین کا بہت بڑا حصہ ہے جس کو باطن کی صفائی کہتے ہیں، اندر کی بھی صفائی کہتے ہیں، کیونکہ باطن کی گندگی کی وجہ سے زیادہ سزائیں ملنے والی ہیں، ظاہری گناہ تو نکل جاتے ہیں لیکن وہ اتنی بڑی گندگی ہے کہ باہر کی عبادتوں کو بھی گندہ کردیتی ہے، یعنی جیسے ہم نماز پڑھ رہے ہیں تو نماز میں اگر ریاء آجائے تو نماز خراب ہوجاتی ہے، یا قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں، اس میں اگر دکھلاوا آجائے تو تلاوت کو برباد کردیتی ہے، صدقے میں اگر ریاء آگئی تو صدقہ برباد ہوجاتا ہے، نہ صرف یہ کہ خود ایک گناہ بن جاتا ہے بلکہ باہر کی جتنی ہماری عبادات ہیں ان کو بھی تباہ وبرباد کرتی ہے، کوئی آدمی جو ہے کوئی عمل کرتا ہے، صدقہ دے رہا ہے مسجد کو چندہ دے رہا ہے، تو سب تو سمجھ رہے ہیں کہ یہ آدمی پیسے دے رہا ہے، لیکن بات تو جب بنے گی جب کہ قبول ہوگا۔

قبولیت کا مدار صفائی باطن پر ہے

اللہ تعالیٰ نے قبولیت کا معاملہ اور درجہ جو رکھا ہوا ہے وہ اندر کی، باطن کی صفائی پر رکھا ہوا ہے، قلب کی صفائی پر رکھا ہے کہ جب وہ صاف ہوگا تو جو بھی کوئی کام مثلاً عبادات صدقات وغیرہ جو بھی کرے گا تو قلب کی صفائی پر وہ اعمال بھی پاک صاف ہوں گے اور نیت بھی صحیح ہوگی اور قبول ہوں گے، ساری عبادات کا جو منبع ہے اور یہ آخرت میں جس میزان اور ترازو میں تولا جائے گا اس ترازو کا نام اخلاص ہے، جس لمحے اور جس جگہ پر جو بھی ہم کر رہے ہیں ان ساری عبادات کو جو تولا جائے گا وہ کس پر مبنی ہے؟ اخلاص پر مبنی ہے۔

اخلاص نہایت ضروری ہے

اگر وہ عمل اخلاص والا نکلا تو وہ قبول اور اگر اخلاص والا نہیں نکلا تو لپیٹ کر منہ پے ماردیا جائے گا، کتنا بڑا امتحان ہوگا دیکھیں آپ! وہاں اس وقت یہ نہیں چلے گا کہ جی ہم کیا کریں ہم مظلوم ومجبور ہیں، بتایا جائے گا کہ

پوری زندگی دی تھی پھر بھی تونے اپنی تیاری کیوں نہیں کی؟ محنت کیوں نہیں کی؟ سوچنے والی بات ہے، بات یہ ہے کہ اللہ پاک نے کہا کہ اپنے آپ کو صحیح کرو تاکہ تمہاری عبادات صحیح ہوں۔

اہل اللہ کے پاس حاضری کا مقصد کیا ہے؟

جب ہم کسی اللہ والے کے پاس جاتے ہیں ذکرواذکار کرتے ہیں تو ہماری ایک ہی نیت ہونی چاہئے کہ ہم ساری اپنی عبادات کو قبولیت کے درجے تک لے جانا چاہتے ہیں، تاکہ جو بھی عبادات ہم کر رہے ہیں وہ اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوجائیں، یہ ساری وہ محنت ہے، اس طرح کام نہیں چلتا کہ نہیں جی نماز جو ہم نے پڑھ لی روزے جو رکھ لئے وہ سب ٹھیک ہیں، الحمدللہ بالکل رکھ لئے، لیکن اس درجے پر لے جانے کے لئے کہ واقعی یہ عبادات وغیرہ اللہ پاک کے دربار میں قبول ہوجائیں گی، اس کے لئے تیاری کی ضرورت ہے۔

غیبت زنا سے زیادہ سخت ہے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ باطن کو صاف کرو، ظاہری اور باطنی گناہوں کو چھوڑو، یہ باطن کے گناہ جو ہیں وہ اتنے خطرناک ہیں انسان کو نظر بھی نہیں آتے، احساس بھی نہیں ہوتا، غیبت کو دیکھ لیں، کتنا بڑا گناہ ہے، غیبت ہم کرتے ہیں، غیبت کو اتنا برا نہیں سمجھتے جتنا ہم زنا کو برا سمجھتے ہیں کسی کے بارے میں معلوم ہوجائے تو کیا کہتے ہیں؟ او! دیکھو اس نے زنا کیا ہے، وہ زانی ہے، استغفر اللہ استغفر اللہ، کہتے ہیں یا نہیں؟ اور غیبت کا کوئی احساس بھی نہیں ہوتا، دونوں میں فرق کیا ہے؟۔

کہ اگر کوئی زنا کرنے کے بعد ندامت کرکے توبہ کرلیتا ہے تو معاف ہوجاتا ہے، لیکن غیبت کرنے والا تو یہ بھی نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میں صحیح ہوں میں نے کیا کیا؟ کتنا فرق ہے دیکھیں! اور غیبت کی سزا کتنی بڑی ہے تو ظاہر کے گناہوں پر انسان کو توبہ کی توفیق ہوجاتی ہے، لیکن اندر کے جو گناہ ہیں مثلاً کسی کے بارے میں ہم برا خیال رکھتے ہیں، بدگمانی کرتے ہیں اس پر ہمیں توبہ کی توفیق بھی نہیں ہوتی کیونکہ اندر کا باطن کا گناہ ہے جس کا ہمیں احساس ہی نہیں ہے، ویسے ہی زندگی گزارتے رہتے ہیں اور سزائیں اس کی دیکھ لیں جو احادیث میں موجود ہیں، اس لئے باطن کی صفائی کی اشد ضرورت ہے۔

باطن کی صفائی اشد ضروری ہے

باطن کی صفائی ہوگی تب جاکر انسان کے سارے اعمال قبول ہوں گے، یہ کوئی بزرگی کی بات نہیں ہے، اور نہ ہی بزرگ بننے کی نیت سے کرنا چاہئے بلکہ یہ صفائی compulsory اور must اور اس طرح محنت کرنا

کہ ہمارا باطن صاف ہوجائے، اندر کی صفائی نصیب ہوجائے تاکہ کل جب اللہ کے حضور میں پیش ہوں تو عبادات جو کی ہوں وہ نظر بھی آسکیں، ویسے تو سارا معاملہ اللہ کی رحمت پر ہے، وہ چاہے تو بلا حساب ہی جنت میں داخل کردے لیکن ہمیں تو قانونِ خدا کے مطابق ہی چلنا ہے۔

دربارِ الٰہی کا ادب

حق تعالیٰ تو خالق مطلق ہے، اگر وہ اپنی رحمت سے جنت میں بھیج دے تو اس کو کون روک سکتا ہے؟ چاہے بے نمازی ہو یا بڑے سے بڑا گنہگار ہو، وہ اس کی رحمت پر ہے، لیکن اللہ کی عظمت اس کی شان خوف اور ادب کا یہ تقاضا ہے کہ کل ہمیں اس کے دربار میں حاضر ہونا ہے، تو کیا ہم اس حالت میں جائیں گے؟ اور کیا کہہ سکیں گے کہ یا اللہ ہم تو یہ نمازیں دھوکے سے پڑھتے تھے ہم تو یہ فراڈ کرتے تھے، نہیں، وہاں تو اندر کی چیزیں ساری کھل جائیں گی۔

آخرت میں سب معاملہ سامنے آجائے گا

جیسے کتاب کھولتے ہیں ایسے ہی ساری چیزیں سامنے آجائیں گی، ساری دنیا کھڑی ہوگی اور دیکھے گی، اور کہے گی اچھا! یہ حضرت صاحب ہیں، یہ فلاں امام صاحب ہیں، اچھا یہ قاری صاحب ہیں، اس وقت ہمیں پتہ چلے گا کہ ہمارے کیا حالات ہوتے ہیں، یہاں تو ساری دنیا سلام کرتی ہے، لیکن وہاں جب سارا معاملہ سامنے آجائے گا تو پتہ چلے گا، اللہ اکبر، وہاں تمام کے سامنے ننگا کردیا جائے گا اور ندامت، شرمندگی، رسوائی کی کوئی انتہا نہ ہوگی اور مزید براں اس کی سزائیں بھگتنا، اللہ پاک ہم سے فرمائیں گے کہ تو دھوکہ دیتا رہا، تیری تلاوتیں خود تیرا چسکا تھا، ساری چیزیں بناوٹ تھیں تو تو دنیا کے لئے اعمال کرتا تھا، اللہ پاک ہمیں ان چیزوں سے محفوظ رکھے اور معاف فرمائے آمین۔

وصول الی اللہ کا طریقہ

اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے ہمیں یہ ایک راستہ بتایا ہے جسے تصوف کہتے ہیں، تزکیہ کہتے ہیں، اس کے لئے بڑا آسان طریقہ قرآن کریم نے بتایا ہے، فرماتے ہیں یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوا مَعَ الصَّادِقِیْنَ بہت آسان کردیا ہے یہ راستہ، کہ دیکھو اس پر محنت کرنے کے لئے ہمیں لمبی چوڑی عبادت کے لئے مصلّے پے بیٹھے رہنے کی یا اور کوئی لمبی محنت کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ فرمایا: **کونوا مع الصادقین** کہ دیکھو تم انسان بننا چاہتے ہو تو تقویٰ اختیار کرو اور صادقین کی صحبت اختیار کرو۔

تقویٰ نام ہے باطن کی پاکیزگی کا

تقویٰ کہتے ہیں باطن کی پاکیزگی کو، جس سے الحمدللہ ہمارے اعمال قابلِ قبول ہوں گے اور اللہ راضی ہوجائیں گے، اس کو کہتے ہیں متقی انسان، یعنی اس کے جو اعمال ہیں وہ دنیا میں گواہی دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قبول کرلیا، یہ اس کی جو تعریف ہے جو آج ہی الحمدللہ زبان پر آئی ہے کہ متقی کے اعمال ایسے ہوجاتے ہیں کہ دنیا میں اس کے شواہد ہوجاتے ہیں اور ہر آدمی گواہی دینے لگتا ہے کہ یہ نیک آدمی ہے۔

اہل اللہ کے گواہ بہت ہوں گے

حضرت شیخ زکریاؒ کے کتنے گواہ ہوں گے، اللہ والوں کے لئے کتنی گواہیاں ہوں گی، اور آپ گواہیاں دے رہے ہوں گے، اگر خدانخواستہ کسی کے لئے سزاؤں کا فیصلہ بھی ہوگیا پھر بھی وہ ان اللہ والوں کے لئے گواہی دے گا کہ یہ تو نیک آدمی تھا، ہم اس کے گواہ بن جائیں گے، متقی حضرات کی تو ساری زندگی گواہ بن جاتی ہے کہ یہ بخشے بخشائے ہیں اور اللہ نے ان کو قبول کیا ہوا ہے، اس کو کہتے ہیں متقی اور یہ بننے کے لئے اللہ پاک نے کیا فرمایا ہے؟ ہر آدمی متقی بن سکتا ہے اور بننا ہے۔

سچے انسانوں کا ساتھ پکڑیئے

کیا راستہ بتایا؟ کونوا مع الصادقین، یعنی فرماتے ہیں کہ میرے جو صادقین باصلاح اور اولیاء اللہ ہیں ان کی صحبت کو اختیار کرلو، بس، کیسا آسان کردیا طریقے کو، کوئی اور شرط نہیں لگائی بلکہ کیا کہا؟ کہ ان کی صحبت صرف اختیار کرو، اللہ اکبر، یعنی کمال درجے کا انسان، دیکھیں! کتنا آسان اور کتنا ضروری؟ اندازہ لگائیں کہ ہم بجائے ادھر ادھر بھٹکنے کے کسی اللہ والے کے ساتھ جڑ جائیں، اس جڑنے سے کیا فائدہ ہوگا؟۔

صحبتِ صالحین بڑی نعمت ہے

ہمارے سارے اعمال قبول ہونا شروع ہوجائیں گے، اور اگر اس صحبت کو قائم رکھو گے تو درجہ کیا بتایا؟ کہ تم متقی ہوجاؤ گے، دنیا میں ہی بشارت ملے گی تمہارے اعمال قبول ہونے کی، کتنی بہترین بشارت ہے ہم جیسے گندہ آدمی جس کا بڑا پراگندہ حال ہو وہ جیسے ہی کسی اللہ والے کی صحبت اختیار کرنا شروع کرتا ہے تو اس کا کام بننا شروع ہوجاتا ہے، بات سمجھ میں آگئی؟ کہ صحبت کتنی بڑی چیز ہے، اللہ تعالیٰ کا ہم پر بڑا کرم ہے کہ نہیں؟۔

نیک بننے کے ارادہ سے جائیے

اب ایک نکتہ آپ کی خدمت میں عرض کروں گا کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ ، اللہ والے کی صحبت عبادت تو ہے نا؟ اب اس سے فائدہ ہمیں کس طریقے سے ہوگا؟ یہ ہمیں آج سوچنا ہے، بیعت سارے ہی ہیں اب اس میں دیکھنا ہے کہ فائدہ کس کو پہنچتا ہے؟ تو سنیں! اللہ تعالیٰ نے یہ فائدہ بھی اس انسان کے ذریعے نہیں رکھا بلکہ اللہ نے یہ فائدہ بھی اس انسان کو دے دیا جو اس کے پاس جانا چاہتا ہے، یعنی خود اس آدمی میں یہ فائدہ رکھ دیا جو نیک ہونے کے لئے اس آدمی کے پاس گیا ہے، اس کے کنٹرول میں نہیں دیا جس کے پاس وہ گیا ہے، بات نہیں سمجھے؟۔

فیضیاب ہونے کیلئے استعدادِ باطنی شرط ہے

ابھی سمجھاتا ہوں، فرمایا الحمدللہ اس آدمی کے پاس تو تم پہنچ گئے، بالکل ٹھیک ہے، لیکن وہاں سے فائدہ بھی تمہیں اسی وقت ملے گا، اللہ اکبر، کہ جب تمہارے اندر وہ چیز ہوگی جس سے تم فائدہ اٹھانا چاہتے ہو، تم آخرت چاہتے ہو، اللہ کی محبت چاہتے ہو، تم خوف چاہتے ہو، تم اچھا نمازی بننا چاہتے ہو، اچھے عبادت گزار بننا چاہتے ہو، تم اچھی تلاوت کرنے والا بننا چاہتے ہو، اچھے طریقے سے دین کی تبلیغ کا کام کرنا چاہتے ہو، وہ چیز ہم میں ہونا ضروری ہے جس سے ہم اس اللہ والے سے فائدہ اٹھا سکیں، یہ سارا کام اللہ کی رحمت سے ہوتا ہے۔

عقیدت شرط ہے

مفہوم حدیث ہے کہ جب میں کسی بندے پر رحمت کرتا ہوں، فضل کرتا ہوں تو کسی انسان کو اٹھا کر اپنے دوست، اس کو پتہ بھی نہیں ہوتا، دل بھی نہیں کرتا، نفس کھینچ رہا ہوتا ہے ولی کے پاس بھیج دیتا ہوں، ہوتا ہے لیکن اللہ والے کی طرف کھنچ جاتا ہے اور اللہ پاک بالآخر اس کے پاس بٹھا ہی دیتا ہے، ورنہ بغیر اس کی رحمت کے کس کو توفیق ہوتی ہے، کون بیٹھ سکتا ہے؟ تو وہاں سے فیض حاصل کرنے کیلئے سب سے زیادہ ضروری اور بنیادی بات آپ کو میں بتا رہا ہوں، اگر وہاں سے فائدہ اٹھانا ہے تو اس اللہ والے سے فائدہ اٹھانے کے لئے ایک چیز لازم ہے، وہ کیا چیز ہے؟ عقیدہ belief جس کو کہتے ہیں، اس ولی سے شیخ سے جتنا عقیدہ اور belief پکا ہوگا اسی قدر اسی حساب سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیض آتا ہے، ایک بہت وسیع سمندر ہے لیکن وہاں سے پانی آپ کو اتنا ہی ملے گا جتنا بڑا برتن آپ کے پاس ہوگا، اس میں سمندر کا کوئی قصور نہیں ہے۔

خطبات

موت ہمیں محاسبۂ نفس کی دعوت دیتی ہے

زیر نظر مضمون دراصل حضرت رئیس الجامعہ زید مجدہم کا ایک خطاب ہے جو آپ نے مورخہ ۲۸/شوال ۱۴۳۹ھ/۱۳/جولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعہ جامعہ ہذا کی مسجد زکریا میں فرمایا تھا، موضوع کی اہمیت کے پیش نظر مذکورہ بیان حضرت کے مرید باختصاص ومتوسل حافظ اکرام الحسن کاندھلوی نے ریکارڈ کرلیا تھا، موصوف کے شکریہ کے ساتھ افادۂ عام کے مدنظر نذرِناظرین کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

اَعُوْذُبِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُصِیْبَةٌ قَالُوْآ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ہ اُوْلٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ صَلَوٰاتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ہ (البقرہ) صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ۔

قابلِ صد احترام بزرگو اور دوستو!

آج ہمارے سامنے موت کے نہایت افسوس ناک مناظر ہیں اور اس میں جہاں افسوس ہے وہاں ہمارے لئے ایک عبرت بھی ہے، موت کے واقعات میں عموماً دو چیزیں ہوتی ہیں، انسان کیلئے افسوس کا مقام بھی ہوتا ہے، متعلقین کیلئے اظہارِ تعزیت بھی ضروری ہوتا ہے، کیونکہ ان پر ایک غم کا حادثہ پیش آیا ہوتا ہے، تو خیال آیا کہ اسی سلسلہ میں گفتگو کروں، واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک نوجوان آدمی تھا ابھی قریب میں شادی ہوئی تھی قلیل العمر انسان، کتنی تمنائیں ہوں گی، والدین کی اور خاندان کی اور متعلقین کی اور انسان کی، خود اپنی جو تمنائیں رہتی ہیں، جذبات رہتے ہیں، ایک موت نے آکر سب پر پانی پھیر دیا، اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ہ اچانک یہ بات پیش آئی کہ درد ہوا اور آناً فاناً اللہ کو پیارا ہوگیا، کتنا بڑا افسوس کا مقام ہے، متعلقین کیلئے، والدین اور رشتہ داروں کیلئے، بہت بڑا ایک تکلیف کا موقعہ پیش آیا، سوائے صبر کے انسان کیا کرسکتا ہے، حکم بھی یہی ہے کہ صبر کیا جائے اور صبر کا ثواب بہت زیادہ ہے کیونکہ اس کا تعلق ہے ہی ایسی باتوں سے، کسی عزیز کی موت پر صبر کرنا تحمل کرنا، برداشت کرنا، آسان نہیں ہوتا، یہ واقعات جو ہوتے ہیں ان پر صبر کرنا برداشت کرنا معمولی کام نہیں، بہت اہم کام ہے، اسی لئے اس کا ثواب بھی سب سے زیادہ رکھا گیا ہے۔

آزمائشیں مختلف طرح سے آتی ہیں

یہ بات تو اللہ پاک نے پہلے ہی فرمادی کہ ہم تمہیں آزمائیں گے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ ہ ہم تمہیں آزمائیں گے مختلف انداز سے تمہیں آزمائیں گے، تمہارا امتحان ہوگا، انسان کی زندگی میں مختلف قسم کے امتحان

ہوتے ہیں، حادثات پیش آتے ہیں، اگر کوئی اچھی حالت میں ہے تو اس کے لئے بھی امتحان ہے، خیر کے اندر بھی امتحان ہے کہ وہ اپنی زندگی کو کہاں گزارتا ہے، خیر کے اندر گزارتا ہے یا شر کے اندر گزارتا ہے، امتحان تو ہر آدمی کا ہوتا ہے کوئی بھی اس سے خالی نہیں، اگر کسی آدمی کے پاس عیش وآرام مال ودولت کی انتہا ہو جائے، اس کے پاس راحت ہی راحت ہو اس کیلئے بھی امتحان ہے۔

وہ انسان اس مال ودولت اور عیش وعشرت میں رہکر اپنی زندگی کو کہاں گزار رہا ہے؟ اللہ کی اطاعت میں گزار رہا ہے یا کہ غفلت میں گزار رہا ہے، بالخصوص ایسے واقعات تو بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں، اللہ پاک نے خاص طور پر فرمایا کہ ہم تمہیں آزمائیں گے بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ ٥ کبھی خوف کے عالم میں، انسان کے اوپر خوف کے عالم بھی پیش آتے ہیں، کہیں دشمنوں کا خوف ہوتا ہے، کبھی اپنے بھی دشمن بن جاتے ہیں اپنے غیر ہو جاتے ہیں، اور کبھی غیر بھی دشمن بن جاتے ہیں، خوف کی بہت ساری اقسام ہیں، خوف کے ساتھ تمہیں آزمائیں گے۔

بھوک سے آزمائش

وَالْجُوْعِ ٥ کبھی بھوک لگے گی، یہ بھی آزمائش ہے کہ بہت زیادہ بھوک لگ رہی ہے، اس میں روزہ بھی آگیا، روزہ رکھتا ہے کہ نہیں رکھتا، یہ بھی ایک آزمائش ہے، اللہ کا حکم پورا کرتا ہے کہ نہیں کرتا یا گھبرا جاتا ہے، جیسا کہ بہت سے لوگوں کے بارے میں سننے کو ملتا ہے کہ معمولی سی گرمی سے گھبرا جاتے ہیں، رمضان المبارک میں روزہ نہیں رکھتے، روزہ ہی چھوڑ دیتے ہیں اور دن دہاڑے کھاتے پیتے پھرتے ہیں، ان کو اتنی بھی شرم نہیں آتی کہ اگر جرم کرنا ہے تو کھلے عام تو نہ کریں، کہیں ایک طرف ہی جا کر کرلیں، رمضان کی توہین کے ساتھ ایک جرم کیا جا رہا ہے، ایک جرم تو یہ ہے جو چپکے چپکے ہو رہا ہے اور ایک جرم یہ ہے جو کھلے عام ہو رہا ہے، اسی کو کہتے ہیں چوری اور سینہ زوری، اللہ کا خوف نہیں رہا، ایسے مبارک مہینہ میں اتنے بڑے انعامات کے باوجود خدا کے احکام کو ٹھکرا رہا ہے تو خدا کی پکڑ ہوگی کہ نہیں ہوگی؟ نہ اللہ کے احکام کا احترام کیا، نہ رمضان کا احترام کیا، نہ روزہ کا احترام کیا، نہ روزہ داروں کی رعایت کی، کم از کم کچھ رعایت ہی کر لیتا بالکل خدا کا خوف دلوں سے نکل چکا ہے، اسی لئے خدا کا خوف پیدا کرنے کیلئے خانقاہوں میں ذکر اللہ کرایا جاتا ہے تا کہ دلوں کی صفائی ہو، گناہوں سے بچے اور اللہ کے احکامات کو پورا کرنے والا بنے۔

اموال سے آزمائش

وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ ٥ اور کبھی مال میں نقص پیش آگیا، باغات میں نقصان ہو گیا، تجارت میں نقصان ہو گیا، اموال کی مختلف قسمیں ہیں، مختلف قسموں سے نقصان ہو جاتا ہے، اس پر کتنا افسوس ہوتا ہے، کتنی انسان کی امیدیں ہوتی ہیں مگر نقصان ہونے سے سب پر پانی پھر جاتا ہے، یہ بھی انسان کی ایک آزمائش ہو رہی ہے، اللہ پاک دیکھتے ہیں کہ یہ کیا

کہتا ہے اور اس پر صبر کرتا ہے کہ نہیں کرتا، اگر یہ اس وقت میں صبر کر لیتا ہے تو اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ بہت بڑا انعام اس کو عطا فرماتے ہیں۔ اور کبھی آزمائش ہوتی ہے انفس میں، اولاد میں آزمائش ہوتی ہے، جانوں کے اندر آزمائش ہوتی ہے، انسان کا لختِ جگر تھا نورِ نظر تھا، وہ اس سے جدا ہو گیا، جیسا کہ یہ قصہ پیش آیا، کتنا افسوس کا قصہ ہے! اللہ پاک نے فرمایا کہ صبر کرنے والوں کو بشارت سنادو۔

وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ o اور کبھی ثمرات میں کمی ہوتی ہے، اور جہاں بھی نقص پیش آیا، کمی آئی ہو، مصیبت آئی ہو، تکلیف کا سامنا ہوا ہو، انسان کے خود بدن میں ایسی بیماری آگئی، اچھا خاصہ تھا، اب صبر کرنا پڑ رہا ہے، اس کے ساتھ کوئی ایسی بات پیش آگئی، ایسے ہزاروں واقعات ہیں کہ اچانک انسان کے بدن کے اندر کچھ نہ کچھ کمی پیش آجاتی ہے، اور بیماریاں تکلیفیں ساتھ لگی ہوئی ہیں، کون انسان امراض سے خالی ہے، حادثوں سے خالی ہے، کوئی کہہ سکتا ہے کہ مجھے کوئی مرض نہیں ہے کوئی بیماری نہیں ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انسان جب پیدا ہوا لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ o زیادہ تر مشقتیں پیش آئیں، انسان کی پیدائش کا سسٹم ہی کچھ ایسا ہے کہ خوشیاں کم ہوں گی اور مشکلات زیادہ ہوں گی، اب کیا طریقۂ کار ہے؟۔

صابرین کیلئے خوش خبری

اللہ پاک نے فرمایا: وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْن صبر کرنے والوں کو آپ بشارت سنادو، کون ہیں وہ حضرات جو صبر کرنے والے ہیں؟ وہ حضرات وہ ہیں جو مصیبت پر، پریشانیوں میں آفتوں میں کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ o جو تکلیف پیش آئی، بیماری کی شکل میں، یا موت کی شکل میں، یا اولاد کی شکل میں، یا کاروبار کی شکل میں، جتنے بھی نقصانات ہیں ان سب کے بارے میں کہے کہ بھائی یہ سب اللہ کی طرف سے ہیں، انا للہ کہتے نہیں بلکہ اس کا مراقبہ بھی کرتے ہیں ان کو اس کا پورا استحضار ہوتا ہے، اس کیفیت کا کہ ہم بھی اللہ ہی کے ہیں اور سب کچھ اللہ ہی کا ہے نفع، نقصان، رنج وغم سب اللہ ہی کی طرف سے ہے، انسان جب دنیا میں آیا تھا کیا لیکر آیا تھا اور جب جائے گا تو کیا لیکر جائے گا؟ اللہ پاک نے اس پر اپنا فضل وکرم کیا، کہ ساری نعمتیں اس کو دیں اور پھر بھی اللہ کا ناشکرا صبر نہیں کرتا شکر نہیں کرتا اللہ پاک کو یاد نہیں کرتا اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ کُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِمِقْدَارٍ جو کچھ بھی تھا، وہ اللہ ہی کا تھا اس نے لے لیا۔

نواسہ کی وفات پر آقائے مدنی ﷺ کا طرزِ عمل

رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کے بیٹے کا انتقال ہو گیا، آپ کے پاس اطلاع کی گئی، جہاں پر حضور پاک ﷺ تشریف فرما تھے، جا کر کہا ابا حضور تشریف لے آؤ، آپ ﷺ نے فرمایا جا کر کہہ دینا میری بیٹی صبر کرو، اللہ کی چیز تھی اللہ نے لے لی، اور اللہ سے ثواب کی امید رکھو، پھر دوبارہ کہلوایا کہ آپ کو آنا ہی پڑے گا آپ تشریف لے آئے، آپ نے نواسہ کو اپنی

گود میں رکھا اور آپ کی کیفیت زبردست ہوگئی تھی اس طرح کی حالت ہوگئی تھی جس طرح سے مشکیزہ حرکت کرتا رہتا ہے، انسان کی روح بھی اسی طرح حرکت کرتی رہتی ہے، اور ایسے وقت میں کیا منظر تھا، رحمت اللعالمین ﷺ پر کیا گزر رہی تھی، کیا کیفیت ہورہی تھی، ایسے موقعہ پر ہر انسان کو افسوس ہوتا ہے اور یہ فطری چیز ہے، افسوس نہ کرنا، احساس نہ کرنا، معلوم ہوتا ہے کہ یہ انسان ہی نہیں ہے، انسانیت تو اسی بات کا نام ہے، دوسرے کے احساس کو اپنا احساس سمجھے، دوسرے کے دکھ کو اپنا دکھ سمجھے، دوسرے کی تکالیف کو اپنی تکلیف سمجھے، اسی کا نام انسانیت ہے، وہ بھی کیا انسان جو کسی کی تکلیف کو تکلیف نہ سمجھے، والدہ صاحبہ علیہا الرحمہ کی عجیب حالت تھی، دوسروں کا دکھ اور پریشانی سن کر بہت احساس کرتی تھیں، اور دنیا کا کوئی واقعہ اگر ان کو سنا دیا تو کئی روز تک اس کا احساس کرتی رہتی تھیں اور اس کا اثر موجود رہتا تھا، پھر ان کو بتانا پڑتا تھا اور سنبھالنا پڑتا تھا، وہ ہر انسان کی تکلیف کا احساس کرتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی کو سمجھایا، تسلی دی اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ اللہ ہی کی چیز تھی اللہ ہی نے لے لی گھبراتے کیوں ہو؟ اس پر ثواب کی امید رکھو، اس سے بھاری بھر کم کوئی اور جملہ ہوسکتا ہے؟۔

صبر کی اہمیت

انسان کو صبر کرنا چاہئے، زمین پر جو بھی حادثہ پیش آئے اس کی جان میں، اس کی اولاد میں، اس کے مال میں، اس کے باغات میں اور اس کی تمام زندگی میں نقصان کی کوئی بھی شکل پیش آئے، اس میں کمی پیش آئے تو اس پر صبر کرنا چاہئے اور صبر میں انا للہ کہے کہ یا اللہ! ہم بھی آپ ہی کے ہیں وانا الیہ راجعون اور ہم بھی آپ ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، حدیث میں ہے: اذا حملت جنازۃً تعلم بانک بعدھا محمولٌ جب انسان کسی کا جنازہ اٹھا کر چلتا ہے تو اس کو جان لینا چاہئے کہ کل اس کو بھی کوئی اٹھا کر لیجائے گا، ان تعلیمات میں کتنا صبر کا مرحلہ موجود ہے، نیز ایمان والوں کیلئے صبر پر بہت بڑا انعام اور ثواب رکھا ہے، ایمان آدھا صبر ہے اور آدھا شکر ہے، نصفٌ صبرٌ نصفٌ شکرٌ ، اگر اچھی بات اس ایمان والے کو پیش آئی تھی، اور اس پر اس نے شکر کیا اور اس نے ''الحمدللہ علیٰ کل حال'' کہا، اور اگر تکلیف والی بات پیش آئی تو کہا ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' یہ کلمہ کہہ رہا ہے اور بار بار کہہ رہا ہے، یا اللہ! ہم بھی آپ ہی کے ہیں اور سب کچھ آپ ہی کا ہے اور ہمیں بھی آپ ہی کے پاس آنا ہے تو اس پر انعام کا وعدہ ہے، جو اس دنیا سے جارہا ہے وہ دنیا کے جھنجھٹوں سے، الجھنوں اور دقتوں سے بچ گیا، بظاہر تو تکلیف گزاری ہے اس نے اور حقیقت میں دنیا کی پریشانیوں سے راحت پاگیا۔

حضرت مجدد الفِ ثانیؒ کا کسی کے انتقال پر تأثر

ہمارے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے ایک بہت بڑے بزرگ ہیں حضرت مجدد الفِ ثانیؒ کے بھی شیخ ہیں، جب ان کو

اطلاع ملتی کہ فلاں کا انتقال ہوگیا تو فرماتے: خوب چھوٹا دنیا سے، دنیا کے جھنجھٹوں سے، مصیبتوں سے، پریشانیوں سے، دقتوں سے، الجھنوں سے راحت پا گیا، اللہ کے یہاں چلا گیا، اللہ اس کو وہاں کی راحت نصیب فرمائے، جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات کو مان کر زندگی گزارتا ہے اسی کے لئے راحت ہے چین ہے، سکون ہے، دنیا کی بھی اور آخرت کی بھی، اللہ پاک ایمان والے کے عمل کو ضائع نہیں کریں گے، اچھے اعمال کرنے چاہئیں جس سے اللہ پاک خوش ہوں، برے اعمال سے بچنا چاہئے جس سے اللہ پاک ناراض ہوتے ہوں، کیونکہ ایک بار سبحان اللہ بھی اگر کہا تو وہ بھی بیکار نہیں جائے گا، ایک بار الحمدللہ بھی کہا تو وہ بھی بیکار نہیں جائے گا، ایمان کے ساتھ ایک کلمہ اور سجدہ بھی ضائع نہیں، اگر اللہ کی راہ میں خرچ کیا تو وہ بھی ضائع نہیں، ایمان کے ساتھ اس کا کوئی بھی عملِ صالح ضائع نہیں اِنِّیْ لَا اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْکُم تم میں سے کسی کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا۔

مؤمن سیدھا سادا اور منافق چالاک ہوتا ہے

باری تعالیٰ کا وعدہ حق ہے، ہمارے دعوے جھوٹے ہوسکتے ہیں، ہم تو سراسر جھوٹ بولتے ہیں، دھوکہ دیتے ہیں، فریب کرتے ہیں، رات دن شراب نوشی، فریب کاری میں مشغول رہتے ہیں، ہم تو دھوکہ دینے کو سمجھتے ہیں بہت بڑا کام کردیا، خوب بیوقوف بنایا، ہم اس کو کمال سمجھتے ہیں، بہت بڑا کام کردیا، سیدھی سادی زندگی گزارنا مخلصانہ رہنا کوئی ہم سے پریشان نہ ہو، کسی کی ذات کو ہم سے نقصان نہ پہنچے یہی اسلام کی تعلیم ہے، اسی تعلیم کو عام کرو اپنے بچوں کو تعلیم سے آراستہ کرو، اپنے بچوں کو برائیوں سے روکو۔

آج ہمارے نوجوان غیروں کی تعلیم کو اپنا رہے ہیں، اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے احکامات کو چھوڑ رہے ہیں، ایمان والا سیدھا سادا ہوتا ہے اور سیدھی سادی زندگی گزارتا ہے، اور منافق چالاک ہوتا ہے، دھوکے باز ہوتا ہے، اُس کو دھوکہ اِس کو دھوکہ، یہاں بدتمیزی، اس کے ساتھ بدتمیزی، نہ خود چین سے رہتا ہے اور نہ دوسروں کو چین سے رہنے دیتا ہے، اپنے عمل سے بھی پریشان کرتا ہے، نہ جانے کیسی کیسی شکلیں اختیار کرتا ہے، میرے پیارو! برائیوں سے بچو، اچھائی کی طرف آؤ، اچھی باتوں کو سیکھو، بری باتوں سے بچو، اپنے آپ کو اللہ کے ذکر میں لگاؤ اسی سے اخلاص پیدا ہوتا ہے، اسی سے صبر و شکر کرنے کی توفیق ہوتی ہے، اللہ پاک ہم سب کو عمل کی توفیق نصیب فرمائے، برائیوں سے ہم سب کی حفاظت فرمائے، صبر و شکر کی توفیق نصیب فرمائے آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

منتخبات

مسائل وفتاویٰ

ادارہ

مسائلِ حج

سوال: زید کے گھر میں کافی دولت ہے، مگر حج کو نہیں جاتا اور جب اس سے کہا جاتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے اوپر ذمہ داری بہت ہے، یہ کیسا ہے؟۔

جواب: اگر زید کے پاس اتنی دولت ہے جس سے اس کے اوپر حج فرض ہے تو وہ گناہگار ہے، فقط۔

سوال: ایک شخص پر حج فرض ہو چکا مگر اس کی لڑکی شادی کے قابل ہو چکی ہے تو اس صورت میں پہلے حج کرے یا لڑکی کی شادی؟ جب کہ شادی کرنے میں حج کو ملتوی کرنا پڑے گا؟۔

جواب: اس کی وجہ سے حج کو مؤخر یا ملتوی نہ کرے، آج کل کے رسم ورواج نے شادی کے لئے جو پابندیاں لازم کردی ہیں وہ اکثر ایسی ہیں جو شرعاً لازم نہیں بلکہ شرعاً ناجائز ہیں، شادی کا مسنون طریقہ تحفۃ الزوجین وغیرہ اردو رسائل میں دیکھنا چاہئے، اگر طریقۂ مسنونہ پر شادی کی جائے تو حج کو ملتوی یا مؤخر کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال: خالد نے عمر کی زمین پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے تو اگر خالد حج کو جائے تو حج درست ہوگا یا نہیں؟۔

جواب: زمین کے غصب کا گناہ مستقل ہے، مگر حج ادا ہو جائے گا، اگر حرام روپیہ سے حج کیا ہے تو وہ مقبول نہیں ہوگا، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال: زید اپنی والدہ کو حج میں بلانا چاہتا ہے، جس میں زید کی والدہ کو صرف بمبئی سے جدہ تک بذریعہ ہوائی جہاز بغیر محرم سفر کرنا ہوگا اور واپسی میں زید خود ساتھ رہے گا، کیا شریعت میں اس کی اجازت ہے؟۔

جواب: سفر شرعی (۴۸ میل) کے بغیر محرم یا بغیر شوہر کے عورت کو اجازت نہیں خواہ کسی سواری سے ہو، ہے تو وہ سفر شرعی ہی اس پر احکام شرعی مرتب ہوتے ہیں، مثلاً نماز کا قصر کرنا وغیرہ، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال: جس شخص نے اپنا حجِ فرض پہلے ادا نہ کیا ہو، وہ دوسرے کی طرف سے حج بدل کر سکتا ہے یا نہیں؟۔

جواب: اگر کسی شخص پر اپنا حج فرض ہو چکا ہے پھر وہ اپنا حج فرض نہ کر کے دوسرے کی طرف سے حج بدل

کرے تو اس کا یہ عمل مکروہ تحریمی ہے، اور اگر اس پر اپنا حج فرض نہیں ہے پھر وہ دوسرے کی طرف سے حج بدل کو جارہا ہے تو اس کا حج بدل کرنا مکروہ تنزیہی ہوگا، مگر دونوں صورتوں میں آمر کی طرف سے حج ادا ہو جائے گا، ومع هذالواحج رجلاً لم يحج من نفسه حجة الاسلام يجوز عندنا وسقط الحج عن الآمر (ہندیہ رص:۲۵۷رکتاب المسائل رص:۳۶۷رج:۳) (فتاویٰ محمودیہ ج:۱۰)۔

سفرِ حج کے آداب

جب کوئی شخص سفر حج کے لئے عازم ہو تو اسے درجِ ذیل باتوں کا خیال ضرور رکھنا چاہئے۔

۱) اللہ تعالیٰ سے اپنے سب گناہوں کی توبہ کرے۔

۲) اگر اپنے اوپر کسی کا مالی یا جانی حق ہو تو اسے ادا کرے یا معاف کرائے، اور اگر اہلِ حقوق وفات پا گئے ہوں تو ان کے لئے دعا واستغفار کرے، اور مالی حقوق ان کے وارثین کو ادا کرے، اور وارث کا پتہ نہ چلے تو بلانیت ثواب اتنی رقم غریبوں کو بانٹ دے۔

۳) والدین وغیرہ کی رضامندی سے سفر کرے۔

۴) اپنے پاس اگر کوئی امانت یا عاریت کی چیز رکھی ہو تو وہ مالک کو واپس لوٹا دے۔

۵) اپنے اوپر دوسروں کے حقوق مثلاً قرض وغیرہ اور دوسروں پر اپنے حقوق کے بارے میں تحریری وصیت لکھ کر جائے۔

۶) استخارہ کر کے سفر کا آغاز کرے، تاکہ ہر ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال رہے۔

۷) بہتر ہے کہ کسی نیک رفیق سفر کو ساتھ لے لے، جو دینی ودنیوی اعتبار سے اس کا معاون ہو۔

۸) حج کے ضروری مسائل ومناسک سیکھ کر سفر شروع کرے، یا کسی معتبر عالم کے قافلہ میں شامل ہو کر سفر کرے۔

۹) بہتر ہے کہ سفر میں خالص عبادت کی نیت ہو، تجارت وغیرہ مقصود نہ ہو۔

۱۰) دورانِ سفر اشیاء کی خریداری میں زیادہ مول بھاؤ نہ کرے، بلکہ فراخ دلی سے خرچ کرے، کیونکہ حج کے سفر میں ہر روپیہ کے بدلہ سات لاکھ روپے خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

۱۱) زیادہ تر باوضو رہنے کی کوشش کرے اور پاکی کی حالت میں سونے کا اہتمام کرے۔

۱۲) زبان کو غیر ضروری باتوں سے محفوظ رکھے۔

۱۳) جمعرات کے روز سفر کا آغاز مسنون ہے۔

۱۴) جب سفر کا ارادہ کرے تو اپنے گھر میں دو رکعت نماز سفر کی نیت سے پڑھے، اور اس طرح گھر سے نکلے گویا کہ دنیا چھوڑ کر جا رہا ہے۔

۱۵) دورانِ سفر ذکر اور دعاء کی کثرت کرے، کیونکہ مسافر کی دعاء قبول ہوتی ہے۔

۱۶) سفر میں غصہ گرمی سے اجتناب کرے، اور نرم روی اور حسن خلق کا مظاہرہ کرے، اور بھیڑ کی جگہوں پر دھکا مکی سے پرہیز کرے۔

۱۷) حتی الامکان سفر میں اکیلے رہنے سے بچے، بلکہ ساتھیوں کے ساتھ رہنے کا اہتمام کرے، کیوں کہ اکیلے ہونے کی وجہ سے بسا اوقات بہت پریشانی اٹھانی پڑتی ہے (غنیۃ الناسک ۳۴-۴۰، تاتارخانیہ رص:۴۸۰رج:۳ر ہندیہ رص:۲۲۱-۲۱۹رج:ار فتح القدیر رص:۴رج:۲رالبحر الرائق زکریا رص:۵۴۱رج:۲) (کتاب المسائل جلد سوم)۔

مسائلِ قربانی

قربانی کے وجوب کی شرائط حسب ذیل ہیں

(۱) آزاد ہونا (۲) مسلمان ہونا (۳) ایام قربانی میں مقیم ہونا (۴) ایامِ قربانی میں بقدرِ نصاب مال (روپیہ پیسہ، سونا چاندی یا مالِ تجارت یا ضرورت سے زائد ساز وسامان) کا مالک ہونا۔

(مجمع الانہر رص:۱۶۶رج:۴) (درمختار مع الشامی زکریا رص:۴۵۲رج:۹رکراچی ۳۱۲/۶ر بدائع الصنائع زکریا ۱۹۵/۴ر ہندیۃ ۲۹۲/۵ر خانیۃ ۳۴۴/۳ر آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱۷۳/۴ر جواہر الفقہ ۴۴۸/۱ر تحفۂ رمضان ۱۰/۶ر مسائل قربانی وعقیقہ ۱۳)۔

دُم کٹے جانور کی قربانی: اگر دُم کا اکثر حصہ کٹا ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے اور اگر معمولی حصہ کٹا ہے تو اس کی قربانی درست ہے، **ومقطوع اکثر الذنب، لو ذهب بعض الذنب ...... ان کان کثیراً یمنع وان یسیراً لا یمنع** (شامی زکریا رص:۴۶۸رج:۹رکراچی ۳۲۳/۶ر ہندیہ ۲۹۷/۵)۔

لنگڑے جانور کی قربانی: جو جانور بالکل لنگڑا ہو، یا اس قدر لنگڑا ہو کہ تین پاؤں زمین پر رکھتا ہو اور

چوتھا پاؤں زمین پر رکھ ہی نہ سکتا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں ہے، اور اگر چوتھا پاؤں زمین پر ٹیک کر لنگڑا کر چل سکتا ہو تو اس کی قربانی درست ہے **العرجاء التی لا تمشی الی المنسک ای التی لا یمکنها المشی برجلها العرجاء انما تمشی بثلاث قوائم، حتی لو کانت تضع الرابعة علی الارض وتستعین بها جاز** (درمختار مع الشامی زکریا ص:۴۶۸ / ج:۹)۔

خشک تھن والے اور تھن کٹے جانور کی قربانی: بکری کے دو تھنوں میں سے ایک تھن اگر خشک ہوجائے یا کاٹ دیا جائے تو اس کی قربانی درست نہ ہوگی، اور اگر گائے یا اونٹنی کے دو تھن کٹ جائیں یا سوکھ جائیں تو ان کی قربانی بھی جائز نہ ہوگی لیکن اگر گائے یا اونٹنی کے چار تھنوں میں سے صرف ایک تھن کٹ جائے تو اس کی قربانی درست ہے، **والشطور لا یجزئ وهی من الشاة ما قطع اللبن عن احدی ضرعها، ومن الابل والبقر اذا انقطع اللبن من ضرعیها** (تاتارخانیہ زکریا ص:۴۳۰ / ج:۱۷ / تبیین الحقائق زکریا ۶/۴۸۲)۔

حاملہ جانور کی قربانی: گابھن جانور کی قربانی مکروہ ہے، جبکہ ولادت کا وقت قریب ہو، **ان تقاربت الولادة یکره ذبحها** (شامی زکریا ص:۴۴۱ / ج:۹ / کراچی ۶/۳۰۴ / ہندیہ ۵/۲۸۷)۔

قربانی کا مسنون طریقہ

۱) افضل یہ ہے کہ اپنی قربانی خود اپنے ہاتھ سے کرے، **وندب ...... أن یذبح بیده إن علم ذلک** (درمختار مع الشامی زکریا ۹/۴۷۴ / ہندیہ ۵/۳۰۰ / فتح القدیر زکریا ۹/۵۳۴)۔

۲) اگر خود نہ کر سکے تو کم از کم قربانی کے وقت سامنے موجود رہے **وإلا شهدها** (درمختار مع الشامی زکریا ۹/۴۷۴)۔

۳) جانور کو لٹانے سے قبل چھری تیز کرنا مستحب ہے تاکہ ذبح کے وقت جانور کو زیادہ تکلیف نہ ہو، **وندب احداد شفرته قبل الاضجاع** (تنویر الابصار بیروت ۹/۳۵۷)۔

۴) جانور کو بائیں پہلو پر قبلہ رخ لٹا دیں، یعنی اس کے پیر قبلہ کی طرف کر دیں اور اپنا دایاں پاؤں اس کے شانے پر رکھ کر تیز چھری سے جلد ذبح کریں، **ومنها: أن یکون الذابح مستقبل القبلة والذبیحة موجهة إلی القبلة** ۔ (کتاب المسائل جلد دوم)

درسی تقریر

حضرت امام طحاویؒ احناف کے وکیل

درسِ طحاوی شریف کے افتتاح پر حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب کا خطاب

پیشِ نظر مضمون دراصل حضرت رئیس الجامعہ دامت برکاتہم کے ان علمی افادات پر مشتمل ہے جو آں موصوف نے طلبۂ دورۂ حدیث کے سامنے درسِ طحاوی شریف کے آغاز پر پیش فرمائے تھے، کتاب کے متعلقہ استاذ مولانا مفتی محمد احسان صاحب نے زیر تذکرہ خطاب کو نوٹ فرمالیا تھا، افادۂ عام کے پیشِ نظر اس کا خلاصہ ہدیۂ ناظرین کیا جارہا ہے: مدیر

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

پیشِ نظر کتاب طحاوی شریف کے نام سے مشہور ہے، لیکن شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ معانی الآثار کا ایک قابلِ اعتماد قدیم نسخہ مدینہ منورہ کے مکتبہ محمودیہ میں موجود ہے، اس کا پورا نام لکھا ''شرح معانی الآثار المختلفہ المأثورۃ'' عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، یعنی رسول اللہ ﷺ سے منقول مختلف ابواب سے متعلق احادیث مبارکہ کے مطالب کی شرح، اثر کے معنیٰ حدیث کے ہیں خواہ وہ مرفوع روایت ہو یا موقوف، اگرچہ محدثین کی ایک جماعت کے یہاں اقوال صحابہ اور تابعین پر اثر کا اطلاق ہوتا ہے، لیکن محدثین کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ تمام روایات پر اثر کا اطلاق ہوتا ہے، امام نوویؒ اور شیخ عبدالحی لکھنویؒ نے اس کو اختیار کیا ہے، اور امام طحاویؒ نے اپنی کتاب کا نام شرح معانی الآثار اسی بنیاد رکھا ہے۔

امام طحاویؒ نے یہ کتاب بعض علماء کی درخواست پر لکھی، اس زمانہ میں منکرین حدیث کا ایک طبقہ وجود میں آگیا تھا جنہوں نے اس باطل نظریہ کو فروغ دینا شروع کیا کہ احادیث باہم متعارض ہیں ان پر عمل کرنا مشکل ہے، کسی حدیث میں کوئی بات بیان کی گئی تو دوسری حدیث میں اس کے مخالف بات ارشاد فرمائی گئی، لہذا احادیث کو چھوڑ دیا جائے، امام طحاویؒ نے تمام روایات کو جمع کرکے واضح کیا کہ روایات باہم معارض نہیں ہیں بلکہ بعض روایات مقدم ہیں بعض روایات مؤخر ہیں، لہذا مؤخر پر عمل کیا جائے گا اور مقدم کو منسوخ قرار دیا جائے گا، یا پھر دلائل کی روشنی میں کسی روایت کو راجح قرار دیا کسی کو مرجوح، بعض مقامات پر ہر روایت کا الگ الگ محل اور مقام متعین فرماکر تعارض کو دور کیا۔

تاہم طحاوی شریف احادیث مبارکہ کا ایک نہایت معتبر اور مستند مجموعہ ہے جس میں احادیث مبارکہ کی

صرف تخریج ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ مختلف مذاہب کے ائمہ کے دلائل بھر پور طریقہ پر بیان کئے گئے ہیں اور ایک باب کے تحت تمام روایات کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی اس لئے اس کتاب میں وہ تمام روایات جمع ہوگئیں جس سے دوسری کتابیں خالی ہیں، اگر دوسری کتابوں میں کوئی روایت مجمل مختصر آئی، تو اس کتاب میں اس کو مفصل بیان کیا گیا، اگر دوسری کتاب میں موقوف تھی تو اس کتاب میں مرفوع نقل کیا گیا اور احادیث مبارکہ کی وہ شاندار توضیح وتشریح کی گئی کہ قاری کو مکمل اطمینان اور انشرح ہوجاتا ہے، بظاہر روایات میں جو تعارض نظر آتا ہے اس کو ختم کرنے کیلئے البیلا اور انوکھا طریقہ اختیار کیا، چنانچہ کسی بھی مسئلہ پر بحث کرنے کیلئے ایک مناظراتی اور تقابلی انداز اختیار کرتے ہیں، گویا کہ دائیں بائیں مدعی اور مدعا علیہ ہوں اور درمیان میں فیصلہ کیلئے امام طحاویؒ تشریف فرما ہوں، کہ فریقین کے مکمل دلائل سننے کے بعد نقل وعقل کی روشنی میں فیصلہ فرماتے ہیں۔

کبھی نسخ کے ذریعہ فیصلہ فرماتے ہیں کبھی ترجیح کے ذریعہ کبھی تطبیق کے ذریعہ، علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے فیض الباری میں فرمایا کہ احناف کا مسلک یہی ہے کہ تعارض ادلّہ کے وقت اولا تنسیخ پر عمل کیا جائے پھر ترجیح پھر تطبیق پھر تساقط پر، علامہ زاہد کوثری فرماتے ہیں کہ امام طحاویؒ صرف رجال کی تنقید پر اکتفا نہیں کرتے جیسا کہ عام محدثین کے یہاں ایک بندھا ٹکا اصول ہے، بلکہ منصوص احکام پر گہری نظر ڈالتے ہیں اس کیلئے تنقیحاتِ ثلاثہ کو کام میں لاتے ہیں:

(۱) تخریج مناط (۲) تنقیح مناط (۳) تحقیق مناط، کرنے کے بعد مسئلہ کو اچھی طرح نکھار کر سامنے رکھتے ہیں، اصل میں یہ کام مجتہدین کا ہوتا ہے اس لئے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے بستان المحدثین میں آپ کو مجتہد منتسب قرار دیا ہے۔ اور عام محقق علماء نے آپ کو مجتہد فی المسائل کہا ہے، مگر یہ نظریہ علماء نے آپ کے طریقۂ کار کو دیکھ کر اختیار کیا ہے، جبکہ آپ کا مرتبہ اس سے اوپر ہے، علامہ عبدالحی لکھنویؒ نے بھی کہا کہ آپ مجتہد منتسب تھے اور آپ کی کتاب طحاوی شریف کے بارے شاہ صاحب کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ شرح معانی الآثار ابوداؤد شریف کے ہم رتبہ ہے، اور علامہ بدرالدین عینیؒ نے سنن ابی داؤد جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ پر فوقیت ظاہر کی ہے، تاہم اس کتاب کو صحاح ستہ کی شرح کہلانا چاہیۓ کیونکہ حدیث کی کتابوں میں توضیح اور تشریح کا یہ انداز صرف امام طحاویؒ کی خصوصیت ہے، امام طحاویؒ احناف کے ترجمان ہیں، علامہ ابراہیم بلیاویؒ فرمایا کرتے تھے کہ آپ ہمارے بیرسٹر ہیں، علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی رائے یہ ہے کہ اس کی دونوں جلدیں پڑھانی چاہئیں کیونکہ دورۂ حدیث شریف میں یہی ایک کتاب احناف کی ترجمان ہے، اللہ تعالیٰ اس کتاب سے استفادہ آسان فرمائے آمین۔

بزمِ رفتگاں

دستِ قدرت نے سموئے تھے اجالے تجھ میں

آہ! حضرت مولانا محمد عبداللہ کاپودرویؒ

محمد ساجد کھجناوری
استاذ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

۱۰ر جولائی ۲۰۱۸ء کو فخرِ گجرات اور علم وکمال کے مسند نشیں حضرت مولانا محمد عبداللہ کاپودرویؒ بھی منزلِ فردوس کو سدھار گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، ان للہ ما اعطی ولہ ما اخذ وکل عندہ بمقدار، یادر ہے کہ حضرت مولانا ادھر ایک زمانہ سے علیٰ شرف الرحیل تھے، چنانچہ آپ کے سانحۂ ارتحال کی خبر وحشت اثر جیسے ہی سوشل میڈیا کے ذریعہ عام ہوئی تو برصغیر ہندوپاک کے اوساطِ دین وادب میں خصوصاً اور بیرون کے اسلامی جگت میں عموماً صفِ ماتم بچھ گئی، اور دیکھتے ہی دیکھتے دیارِ ہند کے علاوہ بلادِ عرب کے بعض اصحابِ علم وقلم کے تعزیتی شذرات واٹس ایپ وغیرہ پر گردش کرنے لگے، قلم وکتاب کے دھنی اپنے اس عظیم علمی رہنما کے کھودینے پر نہ صرف رنج وغم کی تصویر بن گئے بلکہ بزبانِ حال وہ اس حقیقت کا بھی اظہار کررہے تھے ع

وماکان قیس ھلکہ ھلک واحد ولکنہ بنیان قومٍ تھدما

حضرت مولانا عبداللہ کاپودرویؒ محض کوئی روایتی عالمِ دین نہیں تھے کہ جو درسِ نظامی کی تکمیل کرکے محض ایک مخصوص ماحول ومشرب کا طرح دار ہو اور سلام کے آفاقی مزاج ومنہاج سے اُسے کوئی سروکار نہ رہے، بلکہ وہ تصلب فی الدین رکھنے کے ساتھ اسلام کو اس کے وسیع تناظر میں دیکھنے اور سمجھنے کے روادار تھے، وہ بحرِ علم ومعرفت کے کامیاب شناور، راسخین فی العلم کے زمرہ میں شامل بابصیرت عالمِ دین اور قدیم وجدید مناہلِ ادب سے جرعہ نوشی کرنے والے خدارسیدہ انسان تھے، دستِ قدرت نے ان کی ذات والاصفات میں علم وفضل کے ایسے قیمتی لعل وجواہر ٹانک دئے تھے کہ ان کے قلب وقالب سے فکروآگہی کی دولتِ بیش بہا میسر آتی تھی، شاید مفتی کفیل الرحمٰن نشاطؒ انہیں کیلئے کہہ گئے تھے ؎

دستِ قدرت نے سموئے ہیں اجالے مجھ میں جب ضرورت ہو چراغوں کی جلالو مجھ کو

واقعی وہ دین ومعرفت کا ایسا چراغ تھے جس کی روشنی ہر قریب وبعید کو ضوفشاں رکھتی تھی وہ اپنی بافیض شخصیت کے لحاظ سے اپنے علم وکمالات کے اعتبار سے اور فکروعقیدہ کی پختگی کے زاویے سے بھی رجلِ رشید کا اکمل نمونہ تھے، جامعہ فلاحِ دارین ترکیسر گجرات کی تعمیر وترقی اور علم پروری کو ان کے اہتمام ونظامت کی پیشانی کا جھومر ہی کہا جائے گا، جسے کئی

دہائیوں تک انہوں نے اپنے خونِ جگر سے سینچا اور تعلیم وتربیت کے لحاظ سے شہرتوں کے آسمان تک پہنچایا، ان کے زمانۂ اہتمام میں جامعہ فلاحِ دارین نے کرشماتی انداز کی خوش گوار ترقی کی، رئیس جامعہ حضرت مولانا عبداللہ کاپودرویؒ نے علوم وفنون کے ماہر اساتذہ کی ایسی ٹیم وہاں رکھ چھوڑی تھی جو کتاب نہیں فن پڑھاتے تھے، اس کا نتیجہ تھا کہ وہاں سے ایسے رجال کار اور مردانِ حُر تیار ہوئے جنہوں نے اپنی مادرِ علمی کا نام روشن کرنے کے ساتھ معاصر اسلامی درسگاہوں میں تدریس وتنظیم اور تصنیف و افراد سازی کے دیپ جلائے اور ہنوز یہ رجال کار کشتیٔ علم کو ساحلِ مراد سے برابر ہم عناں کررہے ہیں۔

حضرت مولانا عبداللہ کاپودرویؒ کی ذات مجموعۂ حسنات تھی، انہوں نے اپنے بڑوں کو نہ صرف دیکھا تھا بلکہ ان کی صحبت ومعیت کی دولتِ بے بدل بھی انہیں حاصل تھی، خود جس گھرانہ کے وہ پروردہ تھے وہاں پہلے سے ہی دین وسلوک کے غلغلے تھے، ان کے جد بزرگوار بلکہ والد گرامی بھی مشاہیر علماء سے ربط وتعلق نبھاتے تھے، بالخصوص حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ تو مرشد وقائد کی حیثیت سے گھر کے ہر فرد کیلئے قابلِ احترام تھے، آپ کے والد کی حضرت تھانویؒ سے مراسلت ومکاتبت بھی رہتی، چنانچہ ایک خط میں جب آپ نے بیٹے کیلئے دُعا کی درخواست گذاری تو حضرت تھانویؒ نے ازراہِ جواب لکھا کہ ''میں دُعا کرتا ہوں''۔ ظاہر ہے کہ ایک عظیم مربی والد کی توجہ اور ان کے روحانی شیخ کی دعائیں کیا کچھ اثر نہ دکھاتی، اسی لئے چشمِ فلک نے بھی دیکھا کہ حضرت مولانا عبداللہ صاحبؒ کی محبوبیت ومقبولیت مخصوص زمان ومکان تک محدود نہ تھی بلکہ ہر کوئی ان سے ٹوٹ کر محبت کرتا اور ان کے قرب میں ایک خاص قسم کا انس محسوس کرتا تھا، وہ اپنی علم دوستی، ادب نوازی، فکری رواداری، مسلکی اعتدال، نفع رسانی اور انتظامی کمالات سے آراستگی کے سبب گجرات ہی نہیں دور دراز کے تعلیمی وتنظیمی حلقوں میں بھی یاد کئے جاتے تھے، دارالعلوم وقف دیوبند جیسے چوٹی کے اداروں نے انہیں اپنے علمی مشیران اور اراکین مشاورت میں نہ صرف شامل رکھا بلکہ ان کے علم وتجربات سے فائدہ اٹھانے میں تخلف سے کام نہیں لیا، ادھر مولانا بھی ہر قسم کے مصالح سے بے پرواہ ہوکر کاروانِ علم کی رہنمائی فرماتے، اپنے قیمتی مشوروں سے نوازتے اور ضرورت پڑنے پر ہر کسی کے کام بھی آتے تھے، حضرت مرحوم کی یہ کشادہ ظرفی بھی انہیں اپنے اقران سے ممتاز کرتی ہے، ورنہ دریں زمانہ بھی مختلف النوع کمالات کے پیکر فرد مل جائیں گے جو آپ کے ہر مرض کا مداوا کرسکتے ہیں، آپ کے دکھ درد کو بانٹ سکتے ہیں، مگر افسوس کہ ان میں سوز وساز ہے اور نہ اخوت وہمدردی بلکہ تحفظات کی بیڑیوں نے ان کے پاؤں جکڑ رکھے ہیں، اسی لئے ذاتی مفاد سے آگے بڑھ کر ایک قدم چلنا بھی ان کیلئے کارِ دشوار ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ملت کے اجتماعی مقاصد کا حصول ان کیلئے غیر ضروری ہوتا ہے۔

حضرت مولانا عبداللہ کاپودرویؒ کو مصدرِ فیاض نے قلم وخطابت سے خوب خوب نوازا تھا، وہ کثیر المطالعہ اور زود فہم انسان تھے، ان کے اشہبِ قلم سے تقریباً ایک درجن کتابیں بازارِ علم میں آئیں، اور ہاتھوں ہاتھ لی گئیں وہ عربی اور اردو

کے زبان شناس صاحبِ قلم تھے، عربی اور اردو کے مختلف اضافِ ادب پر ان کے رشحاتِ قلم پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں، ان کا ذوقِ علم تحقیقی بھی ہے اور معروضی بھی، زبان وبیان کی نزاکتوں اور فنی کمالات سے وہ آنکھیں موند کر آگے نہیں بڑھتے، بلکہ اس کے مالہ وماعلیہ پر ان کی نظر پینی رہتی ہے، دیگر خالص علمی موضوعات کے علاوہ شخصیات پر بھی انہوں نے لکھا ہے اور خوب لکھا ہے، جس میں وہ اپنے ممدوحین کا تذکرہ خوش عقیدگی، وسعتِ ظرفی اور کمال ادب کے ساتھ ضرور کرتے ہیں، لیکن ان کے اظہارِ اوصاف ومحاسن میں موصوف کا قلم مبالغہ کی سرحدوں سے بیزار رہتا ہے، اسی لئے جو کچھ بھی لکھتے ہیں وہ حقائق وواقعات یا پھر مشاہدات کا ترسیلی بیانیہ لگتا ہے، جو اہلِ نظر کیلئے زودہضم ہوتا ہے اور وہ اسے جرح وتعدیل کی میزان سے گزارے بغیر ہی سندِ اقبال فراہم کردیتے ہیں، انہوں نے ہر طرح کے نثری شہ پارے چھوڑے ہیں، ان کے مضامین مختلف انداز کے ہیں چھوٹے بھی بڑے بھی، تحقیقی بھی ہیں اور قلم برداشتہ بھی، مگر ان سب کی مشترک خوبی یہ ہے کہ ان کے پڑھنے میں قاری اکتاہٹ کا شکار نہیں ہوتا، مولانا کے یہاں سلاست ہے روانی ہے اور کثرتِ معلومات کے ساتھ قدیم وجدید ادباء کا مشترکہ رنگ وآہنگ غالب ہے، حقیقت یہ ہے کہ مولانا جیسے وسیع النظر صائب الفکر اور دیدہ ور عالم دین کم یاب ہیں، بلکہ شاعر کی یہ بات زیادہ درست ہو ؎

ڈھونڈو گے اگر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

اسی لئے حضرت کی رحلت پذیری سے علمی برادری کا جو نقصان ہوا ہے بسہولت اس کی تلافی ممکن نہ ہوسکے گی، باقی کارِ جہاں دراز ہے چلتا ہی رہے گا، **لعل الله يحدث بعد ذالك امراً۔**

قصہ مختصر یہ کہ ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روئے تب جاکر مولانا عبداللہ کاپودروی جیسا دیدہ ور عالمِ دین اور رہنما نصیب ہوتا ہے، واقعی وہ چلے گئے تو علمی فضا بھی سوگوار ہے، ہر کسی کو ان کے جانے کا شدید احساس ہے، کاش وہ کچھ دن اور زندہ رہتے تو قلم وکتاب کے رسیا ان سے کسبِ فیض کرتے۔ ان کی علم پروری کے بے شمار واقعات بھی لوگوں کو ازبر ہیں، لیکن ان کی خوردنوازی اور ہمت افزائی کا مشاہدہ خود خاکسار نے اس وقت کیا جب چند سال پیشتر وہ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ کے ذمے داران واساتذہ سے ملاقات کیلئے تشریف لائے، جامعہ کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی دامت برکاتہم سے ادارہ کی تعلیمی کارگزاری معلوم کرکے بے حد خوش ہوئے اور ہمت افزاء کلمات بھی ارشاد فرمائے، بلکہ یہاں کے روحانی ماحول کو دیکھ کر ایک ہفتہ قیام کرنے کا ارادہ بھی ظاہر فرمایا، اس موقعہ پر کئی گھنٹے آپ نے جامعہ میں گزارے مگر یہ پورا وقت علم اور اہل علم کے احوال وتذکار اور کامیاب تدریس کے طریقۂ کار پر ہی محیط رہا، آج یادوں کے دریچوں سے جھانکتا ہوں تو حضرت کی صحبت میں بیتے وہ لمحات دل ودماغ کو معطر کر جاتے ہیں۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

تعارف وتبصرہ

ندائے صالحات کڑپّہ اور اس کا تازہ خاص نمبر

مولانا بلال اشرف رشیدی ندوی
استاذِ فقہ وادب جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

اس وقت میرے مطالعہ کی میز پر جنوبی ہند کے معروف ومؤقر اور نسوانی تعلیم کے ایک بڑے ادارے ''جامعۃ الصالحات کڑپّہ آندھرا پردیش'' کے زیرِ اہتمام وہاں سے شائع ہونے والے مجلّہ ''ندائے صالحات'' کا تازہ شمارہ رونق افروز ہے، جوکہ ادارہ کے متذکرہ بالا مؤقر مجلّہ کی خاص اشاعت ہے۔

پیش نظر مجلّہ کا یہ خصوصی شمارہ ''رشتۂ نکاح کا استحکام اور اس کی تدبیریں'' جیسے اہم اور حساس موضوع پر محتوی ہے۔ اس نازک ترین موضوع پر خاص نمبر کی اشاعت بلاشک اصلاحِ معاشرہ کے حوالہ سے کی جانے والی نہایت قابلِ قدر کوشش ہے، راقم الحروف اس پر اپنے محترم اور کرم فرما اور زیرِ نظر مجلّہ کے ایڈیٹرانِ چیف جناب شیخ اسحاق علی صاحب زید احترامہ کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہے۔

بلاشک رشتۂ نکاح زندگی کا ایک اہم اور نازک موڑ ہوتا ہے، جس سے نہ صرف دو انسانوں میں بلکہ دو خاندانوں میں رأفت ورحمت، مودّت ومحبت اور الفت ویگانگت کے رشتے ہموار ہوتے ہیں، یہ ایک اٹوٹ بندھن اور (Long Time Decision) عمر بھر کے لئے لیا ہوا ایک فیصلہ ہوتا ہے، مذہب اسلام نے اپنی بیش بہا تعلیمات میں اس رشتہ کی استواری اور پائیداری کے لئے بے شمار ہدایات دی ہیں، جن کو عملی جامہ پہنایا جائے تو ازدواجی معاشرت خوش گوار ماحول سے ہم کنار رہتی ہے۔

احقر محترمی جناب شیخ اسحاق صاحب کی نظرِ انتخاب کی داد دیتا ہے کہ آں موصوف نے خاص نمبر کی اشاعت کے لئے اس قدر اہم عنوان کو منتخب فرمایا، فجزاھم اللّٰہ تعالیٰ عنّا وعن المسلمین خیر الجزاء۔

آں موصوف تقریباً آٹھ سال کے طویل عرصہ سے اپنے ادارہ سے یہ صحافتی سہ ماہی مجلّہ شائع کرتے چلے آرہے ہیں، اوراب تک کئی اہم اورسلگتے عناوین پرخاص نمبر نکال چکے ہیں، جن میں مختلف اہلِ قلم، اہلِ علم اور بالخصوص ''جامعۃ الصالحات کرٹیہ'' کی معلّمات اور فاضلات وطالبات کی گراں قدر نگارشات شاملِ اشاعت ہوتی ہیں، یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ اس طرح کے رسائل وجرائد سے تعلیمِ نسواں کوتحریک کی شکل ملتی ہے، خواتین میں اپنے علمی حقوق کے حصول کا شعور پیدا ہوتا ہے، اورقلم وقرطاس کی دنیا میں مردوں کے ساتھ ساتھ اصنافِ نازک کے ادبی وتخلیقی جوہر بھی کھل کرسامنے آتے ہیں۔

اس میں صنفِ نازک کواحساسِ کمتری کی رنج دہ صورتحال سے خلاصی ملتی ہے، اورعورتوں کے تہذیبی، سماجی، مذہبی اورفکری مسائل کوزیرِ بحث لانے کا موقع فراہم ہوتا ہے، زیرِ نظر مجلّہ ''ندائے صالحات'' بھی اس زرّیں سلسلہ کی ایک کڑی ہے، جس میں دیگر فکری، علمی، دینی اوراصلاحی موضوعات کے علاوہ عورتوں کے گوناگوں مسائل اوران کی نسائی زندگی کواسلامی ڈھانچے میں ڈھالنے کی تلقین کی جاتی ہے، اوراپنے حقوق وفرائض کی تئیں بیدار رہنے پرزور دیا جاتا ہے، مجلّہ کے یوں توتمام ہی مضامین فکرانگیز ہیں، لیکن محترمی جناب شیخ اسحاق علی صاحب کا تحریرفرمودہ اداریہ ہمیں بہت کچھ دعوتِ فکر دیتا ہے، موصوف نے اسلامی معاشرہ میں سرایت کردہ رسومات اورخرافات کومشرکانہ تہذیب کی دَین قرار دیا ہے، جس سے انکارنہیں کیا جاسکتا، تہذیب غیرکواپنانے سے ہی آج مسلم معاشرہ نہ صرف رشتۂ نکاح میں بلکہ تمام ترمعاشرتی مسائل میں عدمِ استحکام کاشکار ہے، جس سے بچنے کا واحد حل تعلیماتِ اسلامی اوردینِ اسلام کی عطا کردہ خوب صورت اورپاکیزہ معاشرت میں پنہاں ہے۔

مجلّہ معنوی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن سے بھی آراستہ ہے، سرِ ورق جاذبِ نظراورکتابت وطباعت میں اعلیٰ معیار کا خیال رکھا گیا ہے، دعا ہے کہ اللہ رب العزت محترم شیخ صاحب کوعمرِ خضر دے اورادارے ومجلّہ کے علمی فیضان کوتادیر جاری وساری رکھے، آمین۔

اخبار جامعہ

جامعہ اشرف العلوم رشیدی کی ڈائری

ابوفیصل کھجناوری
رفیق ماہنامہ صدائے حق گنگوہ

قدیم وجدید داخلوں کا آغاز واختتام

شوال المکرّم کا پہلا ہفتہ گزرتے ہی تعطیل کلاں کا بھی اختتام ہوگیا اور جامعہ کے درو بام حسبِ معمول کھُل گئے، اساتذۂ کرام چھٹیاں پوری ہوتے ہی مدرسہ آگئے، جبکہ حضرت ناظم صاحب دامت برکاتہم اس سے پیشتر ہی قدم رنجہ فرما چکے تھے، چنانچہ مدرسہ میں پھر وہی چہل پہل سی دکھائی دینے لگی، اس کے دیوار و در سے پھر اسی دیرینہ تعلق کا احساس جاگزیں ہونے لگا، رمضان المبارک کے موقعہ پر بیشتر اساتذہ وملازمین جو فراہمی مالیات کیلئے ملک کے طول وعرض میں اہل خیر حضرات سے ملاقاتیں کرکے لوٹے ہیں انہوں نے اپنے اپنے اسفار کی ضروری کارگزاری سے ارباب انتظام کو مطلع کیا اور بتایا کہ الحمدللہ بانی جامعہ اوراس کے سرپرستان کی روحانی توجہات سے آج ادارہ کا فیض ہرجگہ محسوس ہوتا ہے، اوراس کے مستفیدین اکثر جگہوں میں خدمتِ دین اوراس کے ابلاغ سے وابستہ نظر آتے ہیں، کاتب الحروف خود تقریباً ایک دہے سے اپنے متعلقہ حلقے میں اس کا مشاہدہ کررہا ہے کہ جنوبی ریاست کرناٹک میں یہاں کے فضلا وفارغین نہ صرف دینی شعبوں سے جڑے ہیں بلکہ وہاں کے سرکردہ اداروں اور منظمات میں اہم عہدوں پر فائز رہ کر وعظ وارشاد تذکیر وتدریس اور اصلاح امت کا بیڑہ اٹھائے ہوئے ہیں، بلکہ اشرف العلوم رشیدی کے بعض مستفیدین کو دیکھ کر رشک بھی آتا ہے کہ کاش آج ان کے روحانی اور مربی استاذ حضرت مولانا قاری شریف احمد گنگوہی علیہ الرحمہ بقید حیات ہوتے اور فضلائے اشرف العلوم کی کارگزاری ملاحظہ فرماتے تو ان کی مسرتوں کا ٹھکانہ نہ رہتا کہ اسی کو وہ اپنی زندگی کا قیمتی سرمایہ سمجھتے تھے۔

بہرکیف چمنِ اشرف العلوم رشیدی اوراس کے مالی کی یہ جھلکتی سی روداد تو برسبیل تذکرہ نوک قلم پر آگئی تھی، اصل قصہ تو قدیم وجدید داخلوں کے آغاز واختتام کا تھا، چنانچہ ۱۲؍۱۳؍شوال میں داخلوں کی بسم اللہ ہوئی اس

سے قبل ایک مشاورتی اجلاس دفترِ اہتمام میں منعقد ہوا، جس میں میرِ کارواں حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ صاحب نقشبندی نے تعلیمی سالِ نو کی آمد پر حاضرین سے اپنی اپنی ذمے داریوں کو پہلے سے زیادہ احسن طریقہ پر ادا کرنے کی تلقین وترغیب کے ساتھ نظامِ تعلیم وتربیت کو زیادہ مؤثر بنانے کے ذیل میں مختصر گفتگو فرمائی۔

عربی جماعتوں میں دورۂ حدیث شریف مشکوٰۃ شریف اور مشق افتاء کے امیدواروں کی تحریری امتحان میں شرکت اور کامیابی کو لازمی قرار دیا گیا تھا، جبکہ مبتدی جماعتوں کا اہلیتی امتحان صرف شفوی طور پر طے کیا گیا، تجوید اور اجرا فارسی میں داخلے کے امیدوار طلبہ کو دونوں ہی مرحلوں سے گذارا گیا، حسبِ سابق رواں سال بھی قدیم وجدید طلبہ کی غیر معمولی تعداد نے داخلوں کیلئے درخواستیں گذاری، لیکن شرائط داخلہ کی تکمیل ومعیار پورا کرنے والے طلبہ ہی داخلہ کے مجاز قرار دئے گئے۔ تحریری اور شفوی طور پر جاری رہا قدیم وجدید داخلوں کا یہ سلسلہ ۲۲ر شوال تک ختم ہوگیا اور ۲۴ر شوال المکرّم سے نئے تعلیمی سال کا بحمد اللہ آغاز ہوگیا۔

دریں اثنا حضرت ناظم صاحب دامت برکاتہم نے نئے تعلیمی سال کے افتتاح کے موقعہ پر کچھ رہنما ہدایات بھی ارشاد فرمائی، اساتذہ سے تبادلۂ خیال کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ حقیقی معلم وہی ہے جو تدریس کے ساتھ صالح تربیت کا عملی جذبہ بھی رکھتا ہو، موصوف نے طلبہ کی نفسیات کا خیال رکھتے ہوئے انہیں علم وعمل اور اخلاق سے مزین کرنے پر زور دیا۔

نئے اساتذہ کی تقرریاں

جامعہ اشرف العلوم رشیدی اپنے نظامِ تعلیم وتربیت کی نیک نامی کے سبب روز افزوں ترقی کی شاہراہ پر ہے، ایک چھوٹے سے مکتب اور چند نیک نہاد خدامِ دین کی قربانیوں سے پروان چڑھنے والا یہ ادارہ زمانی رقبوں کو طے کرنے کے ساتھ مکانی وسعتوں سے بھی مالا مال ہے، بحمد اللہ جامعہ اور اس کے زیرِ انتظام چل رہی شاخوں میں زیورِ علم سے آراستہ ہونے والے طلبہ کی تعداد کم وبیش دو ہزار رہتی ہے، جہاں سو سے زائد مدرسین وملازمین ان کی خدمت پر مامور ہیں، اس وسیع نظامِ تعلیم پر دو کروڑ سے بھی زائد کا سالانہ صرفہ ہو رہا ہے، جو بفضل اللہ تعالیٰ عوامی تعاون سے بسہولت پورا ہو جاتا ہے، طلبہ کی کثرت ہو تو اساتذہ کی تعداد میں اضافہ ایک فطری چیز ہے، چنانچہ امسال عربی درجات کیلئے نئے دو اساتذہ کی تقرریاں دار الاہتمام نے منظور فرمائی ہیں۔

حضرت مولانا محمد سلمان بجنوری اور حضرت مولانا محمد ابراہیم افریقی کی تشریف آوری

جامعہ کے دیوار و در کھلتے ہی حضرات مہمانِ عظام کی آمد ورفت بھی شروع ہوگئی، چنانچہ دیگر علماء کے علاوہ حال ہی میں دارالعلوم دیوبند کے ہر دل عزیز استاذ جامعہ اشرف العلوم رشیدی کے قدیم فاضل اور مشہور عالم روحانی بزرگ شخصیت حضرت مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی کے خلیفہ ومجاز حضرت مولانا محمد سلمان بجنوری دامت برکاتہم اپنے برادر اکبر اور اور جامعہ ہذا کے ہی فاضل حضرت مولانا محمد سفیان صاحب کی معیت میں تشریف لائے، حضرت ناظم صاحب سے خصوصی ملاقات کے علاوہ شیخ الحدیث حضرت مولانا وسیم احمد سنسارپوری کے سبق میں شرکت فرمائی، جبکہ بعد نماز ظہر اپنی مادرِ علمی کے طلبہ سے علم وعمل کے تعلق سے دلپذیر ناصحانہ گفتگو فرمائی اور بانی جامعہ حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحبؒ نیز جامعہ سے اپنے دیرینہ راہ ورسم کو اجاگر فرمایا۔

علاوہ ازیں فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کے خلیفہ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب پانڈور بھی کچھ دیر کیلئے تشریف لائے، حضرت ناظم صاحب کے بیرونِ مدرسہ ہونے کی وجہ سے جامعہ کے استاذِ حدیث حضرت مولانا محمد سلمان گنگوہی نے آپ کو خوش آمدید کہا، اسی طرح جامعہ کے ایک اور فاضل اور سابق استاذ جناب مولانا شباہت علم رشیدی بھی تشریف لائے، آپ دو دہائی سے زائد عرصہ سے سعودی عرب کے جیزان شہر میں خدمتِ تدریس سے وابستہ ہیں اور اپنی مادرِ علمی سے مخلصانہ تعلق برقرار رکھے ہوئے ہیں۔

دُعائے مغفرت

اس درمیان دفتر صدائے حق کو درجِ ذیل حضرات کے سانحۂ وفات کی خبریں موصول ہوئیں جن کیلئے ایصالِ ثواب کر کے دعائے مغفرت بھی کی گئی۔ فخرِ گجرات حضرت مولانا عبداللہ کاپودروی رئیس جامعہ فلاحِ دارین ترکیسر، حضرت مولانا حافظ محمد طیب خلیفہ شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ مقیم دیوبند، حضرت مولانا مفتی محمد مشرف تھانوی پاکستان صاحبزادۂ محترم حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی سابق محدث مظاہر علوم سہارنپور، حضرت مولانا محمد قیصر مظاہری ناظم مدرسہ کنز العلوم ٹڈولی، چودھری اشرف علی چندرہ، الحاج ذوالفقار علی آبھہ، والدہ بھائی محمد آصف رانا فتح پور، الحاج حکیم محمد اشرف افغانی متوطن کھاتہ کھیڑی سہارنپور، بھائی محمد مظہر علی، بھائی محمد یونس عمِ محترم بھائی محمد سعود راجوپور دیوبند، اہلیہ حضرت مولانا محمد الطاف مظاہری موروں والا دہرہ دون۔

کل تعداد طلبۂ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ ۴۰،۱۴۳۹ھ

شعبۂ افتاء	19	تعداد جونیر ہائی اسکول	66
جماعت دورۂ حدیث شریف	114	تعداد پرائمری	332
جماعت مشکوۃ شریف	81	نعمت الصالحات (گرلز) جونیر ہائی اسکول (محلّہ غلام اولیاء)	238
جماعت مختصر المعانی	39	نعمت الصالحات (گرلز) جونیر ہائی اسکول محلّہ کوٹلہ	247
جماعت شرح جامی	33	شاخ فیضان رشید (متصل مزار حضرت گنگوہیؒ)	143
جماعت کافیہ	39	دار العلوم نانوتہ شاخ جامعہ اشرف العلوم رشیدی	30
جماعت میزان الصرف	40	دار التوحید والسنۃ مقام کلیر شاخ جامعہ اشرف العلوم رشیدی	25
شعبۂ اجراء فارسی	115	کل تعداد مقامی طلبہ	1081
شعبۂ حفظ	261	کل تعداد طلبہ	1827
دار العلوم نانوتہ درجۂ حفظ	5		
کل تعداد بیرونی طلبہ	746	کل تعداد مدرسین وملازمین	102

جامعہ کے اہم فوری منصوبے اور خرچ کا تخمینہ

دار الطعام برائے طلبہ جامعہ ہذا۔	27,00000
جامعہ نعمت الصالحات (گرلز ہائی اسکول) کی تعمیر۔	60,00000

اپیل:

ملت کے دردمند غیور اور مخیّرین حضرات سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ وہ ادارہ کے ان تمام منصوبوں کی تکمیل کیلئے ادارہ کی تعمیرات وترقیات میں بھر پور حصہ لیکر عند اللہ ماجور وعند الناس مشکور ہوں اور ادارہ کی حفاظت وترقی کیلئے اپنی مخصوص دعائیں اور توجہات بھی مبذول فرمائیں، جزاکم اللہ خیرا فی الدارین (ادارہ)۔

جہانِ کتب

رئیسِ جامعہ ونگرانِ اعلیٰ

حضرت مولانا مفتی خالد سیف اللہ نقشبندی دامت برکاتہم کی

بعض اہم تصنیفات

مطبوعہ

(۱) سید المحدثین — (۲) تذکرہ اکابر گنگوہ (دو جلدیں)
(۳) تحفۂ مؤمن — (۴) فضائل سید المرسلین
(۵) فضیلتِ علم وحکمت — (۶) فوائدِ شریفیہ
(۷) تصوف کیا ہے؟ — (۸) فضیلتِ تقویٰ
(۹) کیا ذکرِ جہری حرام یا مکروہ ہے؟ — (۱۰) راہِ عمل (عربی)
(۱۱) راہِ عمل (اردو) — (۱۲) راہِ عمل (انگلش)
(۱۳) خیر الکلام فی مسئلۃ القیام — (۱۴) ایمان اور اسکے تقاضے
(۱۵) مکاتیب حضرت شیخ محمد زکریا صاحبؒ — (۱۶) عمامہ کی عظمت وافادیت
(۱۷) مکتوبات فقیہ الامت (حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ)

غیر مطبوعہ

(۱۸) فضائل دعوت وتبلیغ — (۱۹) قبائحِ تکبر، محاسنِ تواضع
(۲۰) خطباتِ خالد — (۲۱) سوانحِ شریف
(۲۲) جامع ترمذی کی شرح — (۲۳) الایمان ومتطلباتہ (عربی)
(۲۴) جبالِ علم وعمل — (۲۵) تحفۃ المسافرین
(۲۶) قرآن کریم کی سورتوں کا خلاصہ

ناشر مکتبۂ شریفیہ گنگوہ

جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ، سہارنپور یوپی

9457618591